ماہنامہ
جہدِ حق

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

HRCP

Registered No. CPL-13

(قیمت 10 روپے)

جلد نمبر 30 ...... شمارہ نمبر 08 ...... اگست 2023

شہری آزادیوں پر قدغنیں ناقابلِ برداشت ہیں!

HRCP شکایات سیل

ایچ آر سی پی شکایات سیل نے 1985ء میں کام شروع کیا جب کسی بھی سرکاری یا غیر سرکاری ادارے میں ایسا مخصوص شعبہ موجود نہیں تھا جو مظلوم لوگوں کی شکایات وصول کرتا ہو۔ اس وقت سے، ایچ آر سی پی پاکستان بھر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے ازالے کے لئے جدوجہد میں مصروف ہے۔

ایچ آر سی پی شکایت سیل کو ماہانہ سینکڑوں شکایات موصول ہوتی ہیں۔ ہم پولیس کی زیادتیوں، خواتین کے خلاف تشدد، محکمہ جاتی مسائل، اقلیتوں کے حقوق، جبری شادیوں، جبری تبدیلی مذہب، جبری گمشدگیوں، سائبر جرائم اور دیگر تمام انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق شکایات وصول کرتے ہیں اور اس پر ایکشن لیتے ہیں۔ تاہم، مالی معاونت، سیاسی پناہ، جائیداد کے تنازعات یا ذاتی تنازعات سے متعلق شکایات ہمارے دائرہ کار سے باہر ہیں۔

طریقہ کار: جیسے ہی ہمیں شکایات موصول ہوتی ہیں ہم متعلقہ حکام سے رابطہ کرتے ہیں اور کیس پر کارروائی کا آغاز کر دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ، ہمارا مندرجہ ذیل اداروں کے ساتھ ایک براہ راست ریفرل نظام موجود ہے جس کا مقصد شکایت کے فوری ازالے کو یقینی بنانا ہے۔

پنجاب

- اسسٹینٹ انسپکٹر جنرل آف پولیس برائے
- انسانی حقوق سیل، پنجاب
- انسپکٹر جنرل آف پولیس، پنجاب
- قومی کمیشن برائے انسانی حقوق، لاہور (صوبائی دفتر)
- خواتین کے خلاف کام کی جگہ پر ہراسانی کے محتسب کا دفتر، پنجاب
- پنجاب کمیشن برائے حقوق نسواں
- پنجاب ویمن پروٹیکشن اتھارٹی
- شہید بے نظیر بھٹو انسانی حقوق مرکز برائے خواتین، بہاولپور
- متاثرین کی معاونت کا مرکز، لاہور
- ویمن، ہیلپ ڈیسکس (پنجاب پولیس) ملتان
- پنجاب پولیس کے ضلعی ویمن ڈیسک، ملتان
- خواتین کے خلاف تشدد سے متعلق مرکز، ملتان

سندھ

- اسسٹنٹ انسپکٹر جنرل آف پولیس، سندھ
- ڈائریکٹر چائلڈ پروٹیکشن بیورو، کراچی
- ڈپٹی سپریٹنڈنٹ آف پولیس برائے انتظامی امور، حیدرآباد
- ڈپٹی سپریٹنڈنٹ آف پولیس برائے انسانی حقوق سیل، سندھ
- محکمہ انسانی حقوق، حکومت سندھ
- قومی کمیشن برائے انسانی حقوق، کراچی (صوبائی دفتر)
- خواتین کے خلاف کام کی جگہ پر ہراسانی محتسب کا دفتر، سندھ
- پولیس سہولت مرکز، حیدرآباد
- سینئر سپریٹنڈنٹ آف پولیس، حیدرآباد
- سندھ کمیشن برائے حقوق نسواں
- سندھ انسانی حقوق کمیشن
- خواتین اور بچوں کے تحفظ کا مرکز، سندھ
- ویمن ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ، حکومت سندھ
- ویمنز پولیس اسٹیشن، حیدرآباد

بلوچستان

- قومی کمیشن برائے انسانی حقوق، کوئٹہ (صوبائی دفتر)
- خواتین کے خلاف کام کی جگہ پر ہراسانی کے محتسب کا دفتر، بلوچستان
- ویمنز پولیس اسٹیشن، کوئٹہ
- ویمن ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ، بلوچستان

دارالحکومت اسلام آباد

- انسپکٹر جنرل آف پولیس، اسلام آباد
- قومی کمیشن برائے انسانی حقوق
- قومی کمیشن برائے حقوق نسواں

خیبر پختونخوا

- جینڈر ڈیسک، سوات
- انسپکٹر جنرل آف پولیس، خیبر پختونخوا
- خیبر پختونخوا چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر کمیشن
- خیبر پختونخوا کمیشن برائے حقوق نسواں
- خیبر پختونخوا ویمن کرائسز سینٹرز، مردان
- قومی کمیشن برائے انسانی حقوق، پشاور (صوبائی دفتر)
- خواتین کے خلاف کام کی جگہ پر ہراسانی کے محتسب کا دفتر، خیبر پختونخوا
- ویمنز پولیس اسٹیشن، سوات

گلگت بلتستان

- آغا خان مصالحتی و ثالثی بورڈ، گلگت
- محکمہ سول انتظامیہ و پولیس، گلگت بلتستان
- محکمہ انسانی حقوق، گلگت بلتستان

خواتین اور بچوں کی پناہ گاہیں جہاں شکایات سیل کیسز کو ریفر کرتا ہے:
دستک چیریٹیبل ٹرسٹ، لاہور
خواتین کے خلاف ہراسانی کے محتسب کا دفتر، ملتان
پناہ شیلٹر ہوم، کراچی، ایدھی ہومز اینڈ ایدھی یتیم خانے، کراچی
بے نظیر شیلٹر ہوم، کوئٹہ، ایدھی ہوم، کوئٹہ، آبرو شیلٹر ہوم، کوئٹہ
نور ایجوکیشن ٹرسٹ شیلٹر، پشاور

شکایات سیل سائبر ہراسانی کے کیسز مندرجہ ذیل اداروں کو ریفر کرتا ہے:
بولو بھی، کراچی
ڈیجیٹل رائٹس فاؤنڈ، لاہور
ایف آئی اے نیشنل ریسپانس سینٹر فار سائبر کرائم، کراچی
ایف آئی اے نیشنل ریسپانس سینٹر فار سائبر کرائم، پشاور

چند سنگین نوعیت کے معاملات میں ایچ آر سی پی ایک فیکٹ فائنڈنگ ٹیم بھیجتا ہے تاکہ شکایت کی مزید چھان بین کی جا سکے۔ جس کے بعد ہم اپنے مشاہدات کی بنیاد پر ایک بیان یا رپورٹ جاری کرتے ہیں ہم صرف انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیوں سے متعلق مشترکہ شکایات کی صورت میں قانونی معاونت فراہم کرتے ہیں

ریفرل کے دیگر روابط
اے جی ایچ ایس لیگل ایڈ سیل، لاہور سے تعلق رکھنے والی یا ان خواتین کے لئے جن کے (مقدمات لاہور کی عدالتوں میں زیر سماعت ہوں)
سوسائٹی فار اسپیشل پرسنز۔ ملتان
دستگیر لیگل ایڈ فاؤنڈیشن، ملتان
پاکستان ہیومن ڈویلپمنٹ فاؤنڈیشن، ملتان
ڈاکٹر ایس ہارون احمد برائے نفسیاتی خدمات، کراچی
ڈپولائن فری کلینک برائے نفسیاتی خدمات، کراچی
لیگل ایڈ سوسائٹی، حیدر آباد، رسلنگ بیریئرز ویمن، کوئٹہ

ہم سے رابطہ کریں: آپ ہمیں کال کر سکتے ہیں، واٹس ایپ کر سکتے ہیں، ای میل بھیج سکتے ہیں یا خط ارسال کر سکتے ہیں۔ آپ اپنے قریبی ایچ آر سی پی شکایات ڈیسک میں بذات خود جا کر شکایت رجسٹر کروا سکتے ہیں اور کمپلینٹ آفیسر سے بذات خود بات کر سکتے ہیں۔

لاہور

طاہرہ حبیب/لاریب سعید
0333 200 6800 (طاہرہ حبیب)
0321 341 4884 (لاریب سعید)
042 3584 5969
042 3586 4994
ایوان جمہور، 107 ٹیپو بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور
hrcp@hrcp-web.org
complaints@hrcp-web.org

کراچی

نداتنویر/عبدالحئی
0315 111 6287 (نداتنویر)
0333 3046674 (عبدالحئی)
021 3563 7131
021 3563 7132
یونٹ نمبر 08، فرسٹ فلور، اسٹیٹ لائف بلڈنگ نمبر 5 (آئیلا کو ہاؤس)، عبداللہ ہارون روڈ صدر، کراچی
karachi@hrcp-web.org

پشاور

اسماء خان
091 5844253
0331 9352097
اعظم چشتی روڈ، شیرازی کالونی، گلی نمبر 1، پیپل اسٹاپ، ریلوے روڈ، پواکا، پشاور
peshawar@hrcp-web.org

اسلام آباد

سمیتا عالم
0313 5358995
051 8351127
آفس نمبر 1 بی، سیکنڈ فلور، بلاک ڈی۔12 (نزد پی ایس او پمپ)
جی۔8 مرکز، اسلام آباد
islamabad@hrcp-web.org

کوئٹہ

نائلہ رحیم
0306 294 6125
081 282 7869
فلیٹ نمبر سی۔6، کبیر بلڈنگ، ایم اے جناح روڈ، کوئٹہ
quetta@hrcp-web.org

حیدرآباد

افشاں سمیتو
022 278 3688
022 272 0770
0310 339 2222
آفس نمبر 306، فائزہ آرکیڈ، صدر، حیدرآباد
hyderabad@hrcp-web.org

ملتان

انیلہ اشرف
061 451 7217
0331 665 5529
مکان نمبر 24۔اے، ابدالی کالونی، گلی مسجد ٹیٹاں والی، ڈیرہ اڈا، ملتان
multan@hrcp-web.org

گلگت

ظہیر اسراج
0344 5475553
0355 4541088
آفس نمبر 9-8، رنگ یل پلازہ، جماعت خانہ روڈ، ذوالفقار آباد جٹیال، گلگت

تربت/مکران

وقار قیوم
0852 413365
0323 234 2406
پرواز ہاؤس، پسنی روڈ، تربت، کیچ
ghaniparwaz@hotmail.com

فہرست

حکومت شہری آزادیوں پر قدغنیں لگانے کی کوشش ترک کرے 03

گٹر اور محصور زدہ بستیاں 05

ہر ایک کے لیے ڈراؤنا خواب

پاکستان کی جیلوں میں صحت کا بحران 9

گلگت بلتستان میں ذہنی صحت سے متعلق اعلامیہ 12

کندھ کوٹ، ڈاکوؤں کا راج 13

نیشنل کمیشن برائے انسانی حقوق کی خوش آئند ٹویٹ 14

قبائلی تنازعات بلوچستان کی ترقی میں بڑی رکاوٹ 15

لکپاس چیک پوسٹ پر مسافروں کو مشکلات کا سامنا 17

اسلامیہ یونیورسٹی کے محافظ ہی غیر اخلاقی سرگرمیوں میں ملوث 18

ڈیڑھ سو سال قدیم مری ماتا مندر مسمار 20

حکومت شہری آزادیوں پر قدغنیں لگانے کی کوششیں ترک کرے

حنا جیلانی

چیئرپرسن پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے حال ہی میں جلد بازی میں منظور ہونے والے کچھ قوانین کی سخت مخالفت کی ہے، جن میں سے کسی بھی قانون پر پارلیمانی سطح پر سنجیدہ سوچ بچار نہیں ہوا اور نہ ہی عوامی حلقوں میں کوئی خاطر خواہ بحث ہوئی ہے۔

حال ہی میں، ترمیم شدہ آفیشل سیکرٹس ایکٹ 1923 جو اپنے دائرہ کار کے لحاظ سے ایک ظالمانہ قانون ہے، کے مطابق، اگر انٹیلیجنس ایجنسیوں کو شبہ ہو کہ اِس قانون کے تحت کوئی جرم سرزد ہوا ہے تو اُنہیں بغیر وارنٹ کے کسی بھی مقام میں داخل ہو کر کسی شخص یا مقام کی تلاشی لینے کے وسیع تر اختیارات حاصل ہیں۔ اس کا سب سے کم نقصان یہ ہے کہ اس سے عوام کی خلوت کا حق متاثر ہو گا جو اُنہیں آئین کے آرٹیکل 14 کے تحت حاصل ہے۔ مزید برآں، بعض تعریفوں کو وسیع کر کے، یہ قانون ایسے لوگوں کو نشانہ بنانے کے لیے استعمال ہو سکتا ہے جن کا جُرم سرزد کرنے کا کوئی ارادہ نہیں۔ قانون کے تحت، جُرم کے لیے اُکسانے، سازش کرنے، کوشش کرنے، مدد کرنے یا اس کی حوصلہ افزائی کرنے' کو جُرم قرار دیتے ہوئے، ترامیم نے مستقبل میں اختلافِ رائے کرنے والوں اور سیاسی حریفوں کو نشانہ بنانے کی راہ اور زیادہ ہموار کر دی ہے۔

اِس سے قبل، پاکستان آرمی (ترمیمی) ایکٹ 2023 جو جولائی میں سینیٹ اور قومی اسمبلی سے انتہائی جلد بازی میں منظور ہوا، نے مسلح افواج کی آن لائن بدنامی سمیت ہر قسم کی تضحیک کو جرم قرار دیا ہے۔ چنانچہ، یہ قانون آرٹیکل 19 کے تحت ریٹائرڈ فوجی اہلکاروں کے اظہارِ رائے کی آزادی کے ساتھ ساتھ آرٹیکل 17 کے تحت عوامی زندگی میں حصہ لینے کے حق کے منافی ہے۔ مزید برآں، یہ بل 'قومی ترقی اور قومی یا اسٹریٹیجک مفادات کے فروغ' میں مسلح افواج کی شمولیت کو جائز قرار دیتا ہے۔ ایچ آر سی پی کو افسوس ہے کہ اُن شعبوں میں فوجی مداخلت کے لیے قانونی منظوری حاصل کرنے کی تگ و دو کی جا رہی ہے جن پر فوج کا کوئی اخلاقی یا سیاسی استحقاق نہیں۔

جولائی کے اوائل میں منظور ہونے والا مجلسِ شوریٰ (پارلیمان) کی توہین بل 2023 نہ صرف آرٹیکل 19 کے تحت آزادیِ اظہار کے آئینی حق کی خلاف ورزی ہے، بلکہ اس کی وجہ سے منتخب نمائندوں کی جوابدہی بھی مشکل ہو گی، اور اس کے ساتھ ساتھ عوام کا شراکتی حکمرانی کا حق بھی متاثر ہو گا۔ مزید برآں، توہین کا جائزہ لینے والی مجوزہ کمیٹی کو سزا دینے کی اجازت دینا ریاست کے تین اداروں میں اختیارات کی تقسیم کے اصول کی خلاف ورزی ہے کیونکہ مقننہ عدالتی اختیارات استعمال کرنے کی مجاز نہیں اور نہ ہی قانون سازوں کو اپنے ہی معاملے میں منصف ہونا چاہیے۔ اگرچہ ایچ آر سی پی پارلیمانی بالادستی کے تصور کے حق میں ہے، تاہم قانون کے مندرجات جو کہ مبہم اور حد سے زیادہ وسیع ہیں اور جس طریقے سے اسے منظور کیا گیا، یہ دونوں اُمور ہی تشویش کا باعث ہیں۔

آخر میں، پرسنل ڈیٹا پروٹیکشن بل اور ای سیفٹی بل، جنہیں وفاقی کابینہ نے جولائی میں بغیر کسی غور و خوض یا بحث کے منظور کیا تھا، انتہائی تشویش کا باعث ہیں۔ ہم ڈیجیٹل حقوق کے کارکنوں کے تحفظات کی حمایت کرتے ہیں جنہوں نے نشاندہی کی ہے کہ یہ بل ڈیٹا پرائیویسی کے بین الاقوامی معیار پر پورا نہیں اترتے اور ڈیجیٹل حقوق کے تحفظ کے بجائے انہیں محدود کریں گے۔

حکومت کو یہ حقیقت ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ اس کی قانونی حیثیت اور طاقت کا سرچشمہ معیاری نظم و نسق برقرار رکھنے اور شہریوں کے بنیادی حقوق کے احترام، تحفظ اور تکمیل کی استعداد ہے

پی ٹی سی ایل کے سابق ملازمین کو بلاتاخیران کا منصفانہ پنشن کا حق دیا جائے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آرسی پی) پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن کمپنی لمیٹڈ (پی ٹی سی ایل) کے سابق ملازمین کے بقایا جات کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ 2010 سے ان کی پنشن میں اضافے کے مطالبات کی حمایت کرتا ہے۔

پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن ایمپلائز ٹرسٹ (پی ٹی ای ٹی) نے 2010 سے اب تک تقریباً 40,000 ریٹائرڈ ملازمین کو پنشن کی ادائیگی نہیں کی۔ 2010 میں وفاقی حکومت نے پنشن میں اضافے کا اعلان کیا تھا۔ ان پنشنرز کو ان میڈیکل الاؤنسز سے بھی محروم رکھا گیا ہے جنہیں 2010 میں وفاقی ملازمین کی پنشن میں شامل کیا گیا تھا۔

اگرچہ یہ کیس متعدد فورمز پر پیش کیا جا چکا ہے، لیکن اس پر اب بھی کوئی فیصلہ کن کارروائی نہیں کی جاسکی۔ سپریم کورٹ نے 2015 میں پنشنرز کے حق میں فیصلہ دیا تھا۔ سینیٹ کی قائمہ کمیٹی نے 2019 میں اس خلاف ورزی کا نوٹس لیا تھا اور وزارت انفارمیشن ٹیکنالوجی و ٹیلی کمیونیکیشن نے اگلے سالوں میں پی ٹی ای ٹی کو اس کی تعمیل کرنے کے احکامات بھی جاری کیے تھے۔ یہ امر قابل مذمت ہے کہ پنشنرز سے کیے گئے وعدوں کے باوجود پی ٹی ای ٹی نے پنشن میں اضافہ آج تک روک رکھا ہے۔

اس طرح کی ہدایات پر عمل نہ کر کے نہ صرف حکومت اور عدلیہ کے اختیارات کی دھجیاں اڑائی جاتی ہیں بلکہ پنشنرز خاص طور پر کمزور طبقوں جیسے بیواؤں اور بزرگ افراد کیبا وقار مزدوری کے حق کو بھی نظر انداز کیا جاتا ہے۔ ایچ آرسی پی مطالبہ کرتا ہے کہ ریاست پی ٹی سی ایل پنشنرز کے دیرینہ مطالبات کا نوٹس لے اور ان کے آجر کو پنشن کے حق کی خلاف ورزی کرنے پر جوابدہ ٹھہرائے۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 22 جولائی 2023]

کم عمر گھریلو ملازمین کی ملازمت کو جرم قرار دیا جائے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آرسی پی) نے 13 سالہ رضوانہ بی بی کے کیس کے بعد مطالبہ کیا ہے کہ کم عمر گھریلو ملازمین کی ملازمت کو جرم قرار دیا جائے۔ رضوانہ کو مبینہ طور پر اس کے آجروں نے ایک طویل عرصے تک شدید تشدد کا نشانہ بنایا تھا۔ ملک میں اس طرح کے واقعات خطرناک حد تک باقاعدگی کے ساتھ رونما ہوتے ہیں اور سول سوسائٹی کو اس پر فوری کارروائی کا مطالبہ کرنا چاہیے۔

رضوانہ بی بی نے نہ صرف تشدد برداشت کیا، جو قابل مذمت ہے، بلکہ اسے 16 سال سے کم عمر گھریلو ملازمین کی ملازمت پر پابندی سے متعلق سپریم کورٹ کے فیصلے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کم عمری میں ملازمت دی گئی۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ اس کے آجر ایک سول جج اور ان کی اہلیہ تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب پہلی مرتبہ رضوانہ کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا تھا تو اس وقت ایک مضبوط ایف آئی آر درج نہیں کی گئی تھی اور یہ کہ ملزم کو اس کے اثر و رسوخ کی وجہ سے حفاظتی ضمانت دے دی گئی تھی۔ یہ امر ایک ایسے نظام کی عکاسی کرتا ہے جو غیر متغیر طور پر کمزور ترین طبقے کا استحصال کرتا ہے۔

افسوس کی بات ہے کہ معاشرے نے نابالغوں کی ملازمت ہی نہیں بلکہ ان کے ساتھ بدسلوکی کو بھی معمول بنا لیا ہے، خواہ وہ گھروں، اسکولوں میں ہو یا کام کی جگہوں پر ہو۔ اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ بچوں کو آسان ہدف اور شکار کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔

بچوں کے حقوق کے کنونشن۔ جس پر پاکستان دستخط کنندہ ہے۔ کا بنیادی مقصد بچوں کو سرکاری اور نجی شعبوں میں ہر قسم کے تشدد کے خلاف تحفظ فراہم کرنا ہے۔ ریاست کو بچوں کے خلاف ہر قسم کی غفلت، بدسلوکی، استحصال اور تشدد کی روک تھام اور ایسے واقعات کے خلاف کارروائی کرنی چاہئے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ رضوانہ اور اس کے جیسے دیگر بچے، جو ماضی میں تشدد کا نشانہ بن چکے ہیں، دوبارہ ایسے واقعات کا شکار نہ ہوں تو ریاست کو بچوں کے خلاف تشدد کی روک تھام اور ان کے تحفظ کے لیے ایک قومی حکمت عملی کی تشکیل اور اس پر عمل درآمد کو یقینی بنانا ہوگا اور ایک ایسے عدالتی نظام کا اطلاق کرنا ہوگا جو بچوں کے بہترین مفادات کو ملحوظ خاطر رکھے۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 30 جولائی 2023]

تمام سیاسی جماعتوں کو مذہبی اقلیتوں کے تحفظ کا عہد کرنا چاہیے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آرسی پی) کے زیر اہتمام ایک مشاورت میں آج انسانی حقوق کے دفاع کاروں نے تمام سیاسی جماعتوں پر زور دیا ہے کہ وہ اپنے منشور اور پالیسیوں میں مذہبی اقلیتوں اور فرقوں کے حقوق کے تحفظ اور فروغ کا عہد کریں۔

ایچ آرسی پی کی کونسل ممبر نسرین اظہر نے مذہبی اقلیتوں اور فرقوں بالخصوص احمدی برادری کے خلاف بڑھتے ہوئے منصوبہ بند مظالم کی جانب توجہ مبذول کروائی، جبکہ ماہر تعلیم اور ایچ آرسی پی کیممبر ڈاکٹر اے ایچ نیئر نے نشاندہی کی کہ تعلیم 'نظریات کا میدانِ جنگ' بنی ہوئی ہے، اور زیادہ تر طالب علموں کو کبھی بھی مذہبی تنوع کی ضرورت و نوعیت کے بارے میں آگاہ نہیں کیا گیا۔

عدالتِ عظمیٰ پاکستان کی طرف سے اقلیتوں کے لیے تشکیل دیے گئے ایک رکنی کمیشن کے سربراہ ڈاکٹر شعیب سڈل نے وضاحت کی کہ اقلیتوں کے امور کو مذہبی معاملات سے الگ کرنے کی تجویز کابینہ کو بھیج دی گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ مذہبی اقلیتوں میں سے مزید پولیس افسران کی بھرتی کے لیے اقدامات تو کیے گئے تھے مگر عدالتِ عظمیٰ کے 2014 کے فیصلے کے تحت مذہبی اقلیتوں کی عبادت گاہوں کی حفاظت کے لیے تجویز کی گئی خصوصی پولیس فورسز تمام صوبوں میں موجود نہیں۔ پولیس افسر عبداللہ نے کہا کہ عبادت گاہوں کی مؤثر حفاظت کا واحد طریقہ یہ ہے کہ کانسٹیبل کی سطح پر پولیس اہلکاروں کو تمام مذہبی برادریوں کے حقوق کے حوالے سے حساس بنایا جائے۔

انسانی حقوق کے دفاع کار عامر محمود نے پولیس کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا کہ وہ مقامی سطح پر دائیں بازو کے ملاؤں کے دباؤ کی وجہ سے احمدیوں کی جائے عبادات کی بے حرمتی میں مبینہ طور پر ملوث ہے۔ ہندو برادری کے نچلے طبقے کے نمائندے سرون کمار بھیل ایڈووکیٹ نے سندھ میں چائلڈ میرج ایکٹ پر عمل درآمد نہ ہونے پر تشویش کا اظہار کیا۔ مسیحی برادری سمیت مذہبی اقلیتوں کے دیگر نمائندوں نے اُن مسیحی شہریوں کی حالتِ زار اُجاگر کی جو توہینِ رسالت کے الزامات پر سزائے موت کے قیدی کی حیثیت سے جیل میں بند ہیں۔

ایچ آرسی پی کے کونسل ممبر فرحت اللہ بابر نے مشاورت کے اختتامی کلمات ادا کرتے ہوئے کہا کہ آئین اس حوالے سے تضادات کا شکار ہے کہ اس نے ایک طرف تو مذہبی اقلیتوں کو مساوی حقوق کی ضمانت دی ہے جبکہ دوسری طرف اُنہیں بعض سرکاری عہدے رکھنے سے محروم رکھا ہے۔ آن لائن توہینِ مذہب کو ناقابلِ دست اندازی جرائم قرار دینے پر ایف آئی اے کی تعریف کرتے ہوئے اُنہوں نے کہا کہ توہینِ مذہب کے قوانین کے غلط استعمال کو روکنے کے لیے مزید کوششیں کرنے کی ضرورت ہے۔ اُنہوں نے یہ بھی نشاندہی کی کہ ریاست نوجوان ہندو اور مسیحی خواتین کے مذہب کی جبری تبدیلی کے مسئلے کو نظرانداز کرتی رہی ہے۔ اُن کا مزید کہنا تھا کہ 'مذہبی امور اور اقلیتی امور الگ الگ معاملات ہیں'۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 25 جولائی 2023]

گٹر اور محصور بستیاں

اورنگزیب خان

پاکستان میں سڑکوں پر جھاڑو لگانے اور گٹروں کی صفائی کا کام عموماً غریب مسیحی برادری کے لیے مختص ہے

وہ ایک تنگ گلی میں چھوٹے چھوٹے مکانات کے درمیان بیٹھا ہے، راستہ اتنا تنگ ہے کہ دو آدمی ایک ساتھ آسانی سے نہیں چل سکتے۔ وہ احتیاط سے سٹین لیس سٹیل کے پرات میں بہتے ہوئے پانی سے ریت کی تہوں کو چھانتا ہے۔ صفائی کا پیشہ، شہر کی نالیوں اور ان میں سے کیا بہتا ہے، سے متعلق اس کے علم نے اسے سکھایا ہے کہ بدقسمتی میں سے قسمت کو کیسے نکالا جائے۔

بعض اوقات اپنی روزمرہ کی مشقت کے دوران وہ شہر کی گندی نالیوں میں سے سونا نکال کر تھوڑی بہت خوشی تلاش کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

اس کے اردگرد کالونی کے لوگ کھڑے ہیں جو اسے سونے کے لیے بے تاب ہوتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ وہ ریت اور گندگی میں کوئی چمکدار چیز دکھائی دینے کی امید میں خوش ہونے کا بے صبری سے انتظار کر رہے ہیں۔ سونا تلاش کرنے والا شخص احتیاط سے تلچھٹ کو چھانتا ہے، اپنے ہاتھوں کو دھونے اور چھانٹنے کے لیے استعمال کرتا ہے، اس امید پر کہ وہ شہر کی گندی نالیوں میں سے اپنی قسمت ڈھونڈ نکالے گا۔

کرسچین کالونی

انہیں آج رات اس کی ضرورت ہے۔ آج رات، پہلے سے کہیں زیادہ، انہیں اپنی قسمت کی ضرورت ہے۔ یہ ایسٹر سے پہلے کا ہفتہ ہے، مسیحی روایت کا "خوشگوار ہفتہ"۔

ایسٹر سے پہلے اس دن، پشاور کے پرانے شہر کی کرسچن کالونی میں ہر کوئی — اور جمرود روڈ کے ساتھ تہکال محلے میں فادرز کالونی — ایک "سنگین" بھول یعنی صفائی کے کام پر مامور ملازمین کو ایسٹر جیسے تہوار کے موقع پر تنخواہوں کی ادائیگی میں واٹر اینڈ سینیٹیشن سروسز پشاور (ڈبلیو ایس ایس پی) کی ناکامی کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہے۔

ملازمین پچھلے چار دنوں سے ہڑتال پر ہیں- شہر اور اس کے مختلف کچرا اکٹھا کرنے والے مقامات ایک طویل عرصے سے بوسیدگی کی وجہ سے چوہوں، مکھیوں اور آوارہ جانوروں کو اپنی طرف متوجہ کر رہے ہیں۔

کالونی کا رہائشی شرافت مسیح* بے اعتنائی میں سر ہلاتے ہوئے کہتا ہے، "تنخواہوں میں تاخیر تو برسوں سے ہو رہی ہے، لیکن ایسٹر پر غریب مزدوروں کو تنخواہ نہ دینا ظلم ہے۔"

یہ 60 سالہ شخص، جو اپنے گھنے بالوں کو اپنے چہرے پر پگھلی ہوئی چاکلیٹ کے سفید تاج کی طرح پہنتا ہے، کہتا ہے، "یہ آپ کی چاند رات کی طرح ہے"۔ یہ موازنہ بہت حقیقی معلوم ہوتا ہے، خاص طور پر صورت حال کی مناسبت سے۔

پاکستان میں سڑکوں پر جھاڑو لگانے اور گٹروں کی صفائی کا کام عموماً غریب مسیحی برادری کے لیے مختص ہے۔ مسیحی خاندانوں کی نسلیں حفظان صحت کے کارکنوں کے طور پر کام

ان کی حالت کے بارے میں ریاست کی بے حسی کے حوالے سے ان کی شکایت اب خوف میں بدل گئی ہے۔ غریب طبقہ خود کو شکنجے میں جکڑا ہوا اور ناامید محسوس کرتا ہے اور اسے ہدف شدہ تشدد اور معاشی مشکلات کا سامنا ہے۔ وبائی امراض نے ان کی صورتحال کو مزید ابتر کر دیا ہے، جس کی وجہ سے صفائی پر مامور کارکنوں کے لیے محرومی اور بے روزگاری میں اضافہ ہوا ہے، اور اس صورتحال نے انہیں ہسپتالوں اور صحت عامہ کے شعبے میں صحت کے خطرات سے بھی دوچار کر دیا ہے۔

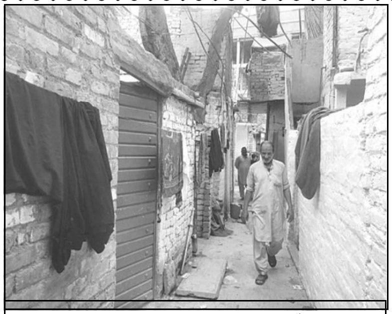

کرسچن کالونی، پشاور بے ڈھنگے، کھڑکیوں کے بغیر مکانات سے بھری پڑی ہے اور اسے وینٹیلیشن کے ناقص انتظام، اور کھلے نالوں اور مین ہولز جیسے مسائل درپیش ہیں

کرتے ہوئے غربت کے چکر میں پھنس چکی ہیں — ایک ایسا چکر جس سے انہیں نجات نہیں ملتی۔ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے حال ہی میں اپنی شکیل پٹھان میموریل لیبر اسٹڈیز سیریز کے ایک حصے کے طور پر صفائی کے کارکنوں کے حالات زندگی کی تصویر کشی کی ہے۔ Eos یہاں پیش کر رہا ہے ان میں سے ایک پروفائل، پشاور سے...

پچھلے کچھ سالوں میں، مسیحی لینٹ مسیحوں کی چالیس روزوں کی مدت) اور ایسٹر کی تقریبات، جہاں وہ 40 دنوں تک روزہ رکھتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں، اور مسلمانوں کا رمضان اور عید کی تقریبات بیک وقت رونما ہوتے رہے ہیں۔ مسلمانوں اور مسیحوں کی تقریبات کا بیک وقت رونما ہونا آپ کو مسیحی برادری کو زیادہ متعلقہ انداز میں دیکھنے، ان کی انسانیت، کمزوریوں اور امنگوں کو سمجھنے کا موقع دیتا ہے، بالکل اسی طرح جیسے رمضان اور عید کے دوران آپ کے اپنے تجربات، جب آپ کو بھوک لگتی ہے اور آپ رمضان کے مہینے کے اختتام پر جشن منانے کے لیے پر جوش ہوتے ہیں۔

اس "خوشگوار ہفتہ" پر، ایک خوش قسمت اتفاق ہمیں اکٹھا کرتا ہے، جس سے ہمیں ان لوگوں کے درمیان مماثلت کا احساس ہوتا ہے جنہیں ہم ذات، رنگ اور عقیدے جیسے فرقوں پر توجہ مرکوز کرنے کی وجہ سے اکثر نظر انداز کرتے ہیں یا ان سے لاعلم رہتے ہیں۔ یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ جگہ صرف ایک "کرسچین کالونی" نہیں بلکہ مسیحی صفائی کے کارکنوں کے لیے ایک "محصور زدہ محلّہ" ہے۔

یہاں زیادہ تر لوگوں کے پاس سڑکوں اور گٹروں کی صفائی کے گندے کام سے روزی کمانے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں، ایک ایسا کام جسے دیگر مذاہب کے لوگ اپنے سخت سماجی اور مذہبی عقائد کی بناء پر اپنانے سے کتراتے ہیں، ایک ایسا پیشہ جسے فادرز کالونی کے ایک مسیحی باشندے کے بقول، "ریاست اور معاشرے نے اس کالونی کے لوگوں اور دیگر لوگوں کے لیے مخصوص کر دیا ہے جہاں صفائی کے ادنٰی کارکن رہتے ہیں۔"

ان کی حالت کے بارے میں ریاست کی بے حسی کے حوالے سے ان کی شکایت اب خوف میں بدل گئی ہے۔ غریب طبقہ خود کو شکنجے میں جکڑا ہوا اور ناامید محسوس کرتا ہے اور اسے ہدف شدہ تشدد اور معاشی مشکلات کا سامنا ہے۔ وبائی امراض نے ان کی صورتحال کو مزید ابتر کر دیا ہے، جس کی وجہ سے صفائی پر مامور کارکنوں کے لیے محرومی اور بے روزگاری میں اضافہ ہوا ہے، اور اس صورتحال نے انہیں ہسپتالوں اور صحت عامہ کے شعبے میں صحت کے خطرات سے بھی دوچار کر دیا ہے۔

محصور بستیوں میں

یہ کمیونٹی ایک چھوٹی چھوٹی دیواروں والی محصور بستی میں رہتی ہے، جو مشترکہ عقیدے، پیشے، اور سماج سے بے دخل کیے جانے کے باعث اکٹھی ہوئی ہے۔ یہ بستی وسیع پرانے شہر کے

درمیان گھری ہوئی ہے، جو وہاں رہنے والے لوگوں کی زندگیوں اور تقریبات سے منقطع ہے۔

کرسچن کالونی پاکستان کی ایک مختصر سی نمائندگی کا کردار ادا کرتی ہے اور اکثریتی عقیدے کے دیواریں تعمیر کرنے کے عزم اور اسے حاصل مراعات کی نشاندہی کرتی ہے۔

کرسچن کالونی میں اس شام کو جو چیز مختلف بناتی ہے وہ یہ ہے کہ اقلیتی برادری عید یا ایسٹر کے لیے وہی جوش وخروش نہیں دکھاتی جو آبادی سے باہر موجود اکثریت کی جانب سے رمضان کے اختتام اور عید کی آمد پر دیکھنے میں آتا ہے۔

یہاں "خوشگوار ہفتہ "زیادہ خوشگوار نہیں ہوتا۔تنخواہ ملنے میں تاخیر امداد کے انتظار کی ایک اور وجہ بن جاتی ہے، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مذہبی اقلیتیں کس طرح ہمیشہ مصائب اور نجات کے درمیان پھنسی رہتی ہیں۔

یہاں صرف چند ہی لوگوں کو احساس ہے کہ مصائب کے تصور کا ان کی موجودہ زندگی سے کیا تعلق ہے۔اس سے بھی کم لوگ اس کے بارے میں اس انداز میں بات کرنے کی ہمت رکھتے ہیں۔ان کی حالت کے بارے میں ریاست کی بے حسی کے حوالے سے ان کی شکایت اب خوف میں بدل گئی ہے۔غریب طبقہ خود کو شکنجے میں جکڑا ہوا اور ناامید محسوس کرتا ہے اور اسے ہدف شدہ تشدد اور معاشی مشکلات کا سامنا ہے۔وبائی امراض نے ان کی صورتحال کو مزید ابتر کر دیا ہے، جس کی وجہ سے صفائی پر مامور کارکنوں کے لیے محرومی اور بے روزگاری میں اضافہ ہوا ہے، اور اس صورتحال نے انہیں ہسپتالوں اور صحت عامہ کے شعبے میں صحت کے خطرات سے بھی دوچار کر دیا ہے۔

بعد ازاں، جب شرافت کالونی سے باہر اپنی برادری کے افراد کے ساتھ شہتوت کے درخت کے سائے میں بیٹھنے کے لیے گھر لیے نکلتا ہے، تو راستے میں وہ نالے کی تلچھٹ میں سونا تلاش کرنے والے ایک شخص کے پاس سے گزرتا ہے۔کالونی چمکدار دکانوں پر مشتمل پرانے صرافہ بازار اور مصروف گھنٹہ گھر روڈ کے قریب واقع ہے۔

شہر کے ذیلی حصے میں نالیوں کا ایک وسیع جال بچھا ہوا ہے، جہاں بازار کے پڑوس میں زیورات کے کارخانوں سے کبھی کبھی سونا شہر کی قدیم نالیوں میں داخل ہو جاتا ہے۔ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے کہ کالونی کے سونا تلاش کرنے والے لوگوں کو کیچڑ بھری ریت میں امید کی کرن نظر آجائے، لیکن آج ہر کوئی گھر پر اور بیکار بیٹھا ہے، مایوسی نے انہیں اپنے نرغے میں لے رکھا ہے۔

ان کے اردگرد، ایک ناقص تعمیر شدہ، کھلی نالیوں اور مین ہولز پر مشتمل نصف تعمیر شدہ کالونی ان لوگوں کی لاپرواہی کی وجہ سے مزید بدتر ہو گئی ہے جو اتنے غریب ہیں کہ وہ جمالیات یا آرام جیسی خوبیوں کا خیال نہیں رکھتے۔اس کے رہائشی جو اپنی پریشانیوں اور ذمہ داریوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں، دھیرے دھیرے آگے بڑھتے ہیں کیونکہ کوئی ان کی مدد نہیں کرتا۔

چونکہ اوپر دیکھنے والا کوئی نہیں اس لیے وہ نیچے نالیوں میں نظر آتے ہیں۔بعض اوقات وہ خوش قسمت ثابت ہوتے ہیں، گو کہ ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔

بچپن میں شرافت کے پاس سکول کے لیے وقت نہیں

بچپن میں شرافت کے پاس سکول کے لیے وقت نہیں تھا۔اپنے والد کی موت کے محض دو سال کے اندر، اس نے سڑکوں پر جھاڑو لگانا اور بیت الخلاء کی صفائی شروع کر دی۔اس نے یہ کام اپنے خاندان کی مدد کے لیے کیے تاکہ وہ اس کی اور دوسرے بچوں کی دیکھ بھال کر سکیں۔

تھا۔اپنے والد کی موت کے محض دو سال کے اندر، اس نے سڑکوں پر جھاڑو لگانا اور بیت الخلاء کی صفائی شروع کر دی۔اس نے یہ کام اپنے خاندان کی مدد کے لیے کیے تاکہ وہ اس کی اور دوسرے بچوں کی دیکھ بھال کر سکیں۔

زندگی بھر کی غلامی

شرافت کو کبھی سونا نہیں ملا لیکن اس کی ایک بیوی تھی۔وہ 36 سال تک اس کے ساتھ رہی جب وہ ہر روز پشاور سے باہر گرینڈ ٹرنک روڈ کو صاف کیا کرتا تھا۔اس کے لیے نورین مسیح* طاقت کا ستون تھی۔جب وہ اسے پنجاب کے فیصل آباد سے ایک نوجوان دلہن کے طور پر یہاں لایا تو وہ اس کے لیے ''کمیٹی'' یعنی میونسپل کمیٹی پشاور، جو بعد میں میونسپل کارپوریشن میں تبدیل ہو گئی، میں نوکری تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

کالونی کے چرچ کی مدھم روشنی میں بیٹھا شرافت اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ کس طرح اس کی بیوی نے اس کے ساتھ ایک مرد کی طرح شانہ بشانہ کام کیا۔عمر کے ساتھ اپنے دانت کھو دینے کے باوجود، اسے یاد ہے کہ وہ اس کی مدد کے بغیر اکیلے آٹھ بچوں کی پرورش نہیں کر سکتا تھا۔

نورین کی 1,100 روپے کی تنخواہ سے کافی مدد ملی۔1980 کی دہائی کے اوائل میں نوکریاں ملنا آسان تھا، کیونکہ "مسلمان اس وقت جمع دار کی نوکری نہیں چاہتے تھے یا اس کا دعویٰ نہیں کرتے تھے۔" ان دنوں صفائی کی نوکریاں "وراثت میں ملتی ہیں"، بالکل اسی طرح جیسے اس کالونی کے زیادہ تر مکانات ہیں جو ایک مرنے والے بزرگ سے کسی نوجوان کو منتقل ہو جاتے ہیں۔

یہاں کے مکانات میں اصل گھروں کے اوپر نئے کمرے بنائے گئے ہیں تاکہ اگلی نسل کو رہائش دی جا سکے جس کے پاس رہنے کیگورگتری کے مغل کاروان سرائے کے پیچھے واقع اس جھونپڑی نما بستی کے علاوہ کوئی جگہ نہیں۔بوسیدہ اینٹوں کی دیواروں، ایک دوسرے سے جڑے ہوئے اور خراب شکل کے مکانات جن میں کھڑکیوں اور ہوا کے اخراج کا کوئی انتظام نہیں، اور کھلے نالوں اور مین ہولز کی حامل کرسچن کالونی کمیونٹی کی اپنے محدود وسائل جیسے کہ گنجائش، تحفظ، شناخت، عقیدے کو برقرار رکھنے کی جدوجہد کی عکاسی کرتی ہے۔نورین اب مر چکی ہے اور شرافت گھرگھراہٹ کیے بغیر زیادہ دیر تک بات نہیں کر سکتا۔وہ پھیپھڑوں کی بیماری کے لیے دوائیں لے رہا ہے اور اس کا خیال ہے کہ اس کا تعلق کئی دہائیوں کی دھول سے ہو سکتا ہے۔

اس کی بیوی سے پہلے، ایک اور عورت تھی جو اسے اپنی زندگی کے ایک نازک موڑ پر لے گئی۔وہ صرف 10 سال کا تھا جب اس کے والد، نذیر مسیح*، جو 1960 کی دہائی میں گورنمنٹ ٹرانسپورٹ سروس میں صفائی کا کام کرتے تھے، انتقال کر گئے۔اس کی ماں کی موت اسے یاد نہیں ہے کیونکہ اس وقت وہ بہت چھوٹا تھا۔بستر مرگ پر ان کے والد نے شرافت کا ہاتھ اپنے داماد کے ہاتھ میں دے دیا جو اس کی بڑی بیٹی کا شوہر تھا۔مرتے ہوئے اس شخص نے کہا، ''وہ تمہاری پرورش کرے گا''۔

اس کی بہن اس کی ماں بن گئی اور برسوں بعد جب شرافت کے بڑے بھائی کا انتقال ہوا تو اس نے اس کی دو چھوٹی بیٹیوں کو گود لے لیا۔"ان دنوں دو لوگ کام کرتے تھے اور دس کا پیٹ پال سکتے تھے،" وہ اپنی بیوی اور اپنے بارے میں کہتا ہے، جنہوں نے اپنے بھائی کے دو بچوں سمیت آٹھ بچوں کی پرورش کی۔

''ہم غریب تھے لیکن مہنگائی نہیں تھی۔اب 10 لوگ کام کر سکتے ہیں لیکن دو کی مناسب پرورش نہیں کر سکتے۔ہم زیادہ کماتے ہیں لیکن گزارا نہیں ہوتا۔ایک کمیونٹی کے طور پر، فرد کے طور پر، ہم وہیں ہیں جہاں ہم تھے۔''

بچپن میں شرافت کے پاس سکول کے لیے وقت نہیں تھا۔اپنے والد کی موت کے محض دو سال کے اندر، اس نے سڑکوں پر جھاڑو لگانا اور بیت الخلاء کی صفائی شروع کر دی۔اس نے یہ کام اپنے خاندان کی مدد کے لیے کیے تاکہ وہ اس کی اور دوسرے بچوں کی دیکھ بھال کر سکیں۔

وقت مشکل تھا اور وہ ہر سال ایک بچے کے لیے کپڑوں

کے ایک جوڑے سے زیادہ کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے۔ وہ اپنے کپڑے پہنتا اور لیٹرین کی صفائی کے دوران ان پر پاخانے کے داغ لے کر گھر واپس آتا۔ شرافت بتاتا ہے، ''اس وقت لوگوں کے پاس ٹوائلٹ کموڈ کی بجائے فرش کے اوپر پائیدان ہوتے تھے جن میں پانی کے بہاؤ کا کوئی انتظام نہیں تھا۔لوگ عام طور پر مہربان تھے لیکن ہمارے پیشے اور ہمارے کپڑوں پر داغوں کی وجہ سے ہمارے قریب نہیں آنا چاہتے تھے۔"

اس کی بہن اس کے واپس آنے کے بعد روزانہ اس کے کپڑے دھوتی تا کہ وہ اگلے دن انہیں پہن کر کام پر جا سکے۔ بعدازاں، اس نے اس کی شادی کا بندوبست کیا۔ اس کے بہنوئی اندرون شہر کی نالیوں میں سے سونا نکالتے اور گھر کے اخراجات پورے کرتے۔

وقت گزرنے کے ساتھ جیسے جیسے بچے آئے، کالونی اوپر کی طرف بڑھنے لگی چونکہ یہ باہر کی طرف نہیں پھیل سکتی تھی۔ بڑھتے ہوئے خاندانوں کے رہنے کے لیے کارپوریشن کے گھروں میں اضافی کمرے شامل کیے گئے۔ اب تو اتنی بھیڑ ہو گئی ہے کہ کسی کے مرنے کی صورت میں میت رکھنے کے لیے بھی جگہ نہیں ملتی۔

کچھ سال پہلے، شہر کو صاف رکھنے والی اس کمیونٹی نے کالونی کے 10 مشترکہ بیت الخلاء کو مسمار کر کے اپنی صفائی کی قربانی دی تھی تا کہ چرچ کے لیے جگہ بنائی جا سکے۔ کوہاٹی میں واقع آل سینٹس چرچ جہاں 2013 میں ہونے والے بم دھماکے میں 100 افراد ہلاک ہوئے تھے، قریب ترین چرچ تھا لیکن یہ پھر بھی یہاں سے کافی فاصلے پر تھا، اور سیکورٹی خدشات اس بات کا تقاضہ کرتے تھے کہ ان کا اپنا ایک چرچ ہو۔

کالونی کے مکینوں کے پاس سڑکوں اور گٹروں کی صفائی کر کے روزی کمانے کے سوا کوئی چارہ نہیں

گٹر کے نیچے جیتی نسلیں

شرافت کے بچے ہائی اسکول سے آگے نہیں جا سکے تھے۔ ایک بیٹے نے سیکریٹریٹ میں صفائی کی نوکری کرنے کے لیے تعلیم چھوڑ دی اور دوسرے نے منشیات کے لیے۔ جب وہ ریٹائر ہوا تو شرافت نے انہیں اپنے گھر کے اوپر دو کمرے بنا کر دیے اور ان کی شادی کا بندوبست کیا۔ اب ان کے گھر والوں نے اس کے جھونپڑی نما گھر کے بیشتر حصے پر قبضہ کر لیا ہے اور وہ گھر سے باہر بالا خانہ کے نیچے سوتا ہے۔

وہ اپنے بیٹے کی منشیات کی لت کے بارے میں فکرمند ہے- ایک ایسا مسئلہ جو مسیحی برادری میں وسیع پیمانے پر پھیلا ہوا ہے- یہاں تک کہ وہ امید کرتا ہے کہ اگر اس کے بچے "جھاڑو سے چھٹکارا پانا" چاہتے ہیں تو انہیں تعلیم حاصل کرنا ہوگی۔

وہ کہتا ہے کہ جہاں غربت ہوتی ہے وہاں نشہ بھی ہوتا ہے اور یہ ہمیں اسی حالت میں جکڑے رکھتا ہے۔ اس نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا، "اپنی پوتیوں کی سکول کی فیس میں ادا کرتا ہوں، لیکن میں کل نہیں ہوں گا۔ پھر کیا ہوگا؟"

اور پھر تعلیم نجات کی کنجی ہے۔ شرافت پیچھے مڑتے ہوئے کہتا ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ ان کی برادری کے حالات خراب ہوتے گئے ہیں۔

"اس وقت، ہم کہہ سکتے تھے کہ ہمارے آباؤاجداد جنہوں نے پنجاب سے ہجرت کی تھی وہ غریب اور ناخواندہ تھے اور اسی لیے وہ کسی اور کام کے لیے موزوں نہیں تھے، سوائے سب سے کم درجے کی نوکری کے۔ لیکن اب ہم، تقسیم کے بعد آنے والی نسلیں، کہاں کھڑی ہیں؟ آپ کو صرف اس ہفتے کے روز اس کالونی کو دیکھنا ہوگا، یہ دیکھنے کے لیے کہ ہم کہاں ہیں۔

"اُس وقت، یہاں تک کہ جب ہمارے پاس ایک ہی کمرہ تھا، ہماری کمیونٹی کے لوگ یہاں جنم دن یا ایسٹر کے لیے آتے تھے۔ ہمارے ہاں چاند رات پارٹیاں ہوتی تھیں جن میں خواتین بلاخوف شرکت کرتی تھیں۔ ہم بھجن گاتے اور تہوار کے جلوس نکالتے۔ اب ہم یہاں چھپے ہوئے ہیں، تاخیر سے تنخواہوں کے ساتھ اور بغیر کسی جشن کے۔''

ایسٹر کی اگلی صبح سویرے، کالونی سے شرافت اور دیگر لوگ صبح 3 بجے ایک جلسے میں شامل ہونے کے بعد کوہاٹی گیٹ کے آل سینٹس چرچ میں جمع ہوتے ہیں جو اس دن کی تقریبات کا ایک حصہ ہے۔ وہاں سے یہ جلوس لاہوری گیٹ، رام پورہ، قصہ خوانی کی گلیوں سے ہوتا ہوا واپس کوہاٹی کے چرچ پہنچتا ہے۔ مسیحی برادری کے سینکڑوں وفادار پرانے شہر کی گلیوں سے آتے ہیں، جہاں لوگ سحری تک جاگتے ہیں، جیسا کہ رمضان کے مہینے میں روایت ہے۔

شرافت کے لیے، یہ ایک خوشی کا موقع ہے، لیکن وہ یہ بھی ایک موقع ہے جہاں وہ محسوس کرتے ہیں کہ مسیحی برادری اپنی تقریبات کے سلسلے میں ایک عوامی مقام پر جمع ہو سکتی ہے اور لوگوں کو بتا سکتی ہے کہ وہ بھی اہل کتاب ہیں اور رمضان اور عید کے لینٹ اور ایسٹر کے ساتھ بیک وقت وقوع پذیر ہونے کی گواہی دے سکتی ہے۔

دن کے آخر میں، وہ دوسرے مردوں کے ساتھ باہر بیٹھا سڑک کو دیکھ رہا تھا۔ دوپہر ساکت اور خاموش ہے، سڑک خالی ہے۔ "یہ ہمارا ایسٹر ہے،" وہ اپنے بچوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے جو پورٹیبل، پینگ پر جھولے لے رہے ہیں۔

"جب میں جوان تھا تو کوئی قید نہیں تھی۔ ایک وقت تھا جب ہمارے پاس اپنے تہواروں کے لیے ایک مناسب میلے کا میدان ہوا کرتا تھا، اور ہم یہاں تھیٹر کا اہتمام کرتے تھے، مسیحی اور ہندو دونوں۔ اب ہر جگہ حد بندیاں ہیں۔

نجات کا کوئی راستہ نہیں

ایسٹر کی صبح سویرے، ڈبلیو ایس ایس پی کا ایک ملازم الیاس مسیح* کرسچن کالونی کے قریب ایک گلی کی صفائی کرنے نکلا جہاں وہ رہتا ہے۔ تنخواہوں میں تاخیر کے خلاف صفائی کے دیگر کارکنوں کی طرح ہڑتال پر ہونے کے باوجود اسے ایسٹر کے انتظامات کے لیے رقم کی اشد ضرورت تھی۔

جب قریبی گلی میں کسی کی موت واقع ہوگئی تو مرنے والے کا خاندان تعزیت کے لیے آنے والے مہمانوں کے لیے کرسیاں بچھانے کے لیے گلی کو صاف کرنے کے لیے کسی کو ڈھونڈنے لگا۔ الیاس ان کے ساتھ گیا اور ایک ہزار روپے لے کر واپس آیا۔

"وہ شکرگزار تھے کہ میں نے ایسٹر کے باوجود ان کی گلی کو صاف کرنے پر رضامندی ظاہر کی،" اس نے کالونی، جو بجلی کی بندش کے باعث تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی، کے چرچ کے دروازے سے آنے والی روشنی کی دھار میں بیٹھتے ہوئے کہا۔ اس کی سات سالہ بیٹی اس کے کان میں سرگوشی کرتی ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ وہ اسے وہ سینڈل خرید کر دے جو کالونی میں اس کی کزن نے پہن رکھی ہے۔

حالیہ برسوں میں جس طرح کالونی کے مکینوں کی تنخواہوں میں تاخیر ہوئی، ان کے قرضوں میں بھی اسی شرح سے اضافہ ہوا ہے۔ ویسے تو وہ عام حالات میں بھی ضرورت مند رہتے ہیں لیکن تہواروں کے دوران ان کی وسائل کی خواہش شدید تر ہو جاتی ہے۔

" آج کا ایسٹر سود خوروں کے لیے عید کی طرح ہے،" وہ ان مالکان کے بارے میں کہتے ہیں جو اپنے سامان، خاص طور پر موٹر سائیکلیں، پرانے شہر کے علاقوں میں سود پر فروخت کرتے ہیں۔ کالونی میں صفائی کے کارکنان ماہانہ اقساط پر موٹر سائیکلیں خریدتے ہیں تا کہ وہ انہیں نقد رقم کے حصول کے لیے فروخت کر سکیں۔ یوں اس عمل میں قرضوں کا انبار لگ جاتا ہے۔

الیاس، جس نے حال ہی میں اپنی بیٹی کے سالانہ امتحان کے لیے واجب الاداسکول کی فیس کی ادائیگی کے لیے ایک دکاندار سے 20,000 روپے ادھار لیے تھے، کہتا ہے، ''یہاں کالونی کے 75 فیصد مکین کسی نہ کسی کے مقروض ہیں۔ تعلیم کا ایک سال ضائع کرنے سے بہتر ہے کہ قرض لے لیا جائے۔"

45 سالہ الیاس تیسری جماعت سے آگے اپنی تعلیم جاری نہ رکھ سکا۔ اس کے والد مقامی چرچ میں گلوکار اور فرنٹیئر کالج برائے خواتین میں جھاڑو لگانے کا کام کرتے تھے۔ وہ ایک شرابی بھی تھا جو اپنی اس عادت کو جو کچھ وہ کماتا اس سے پورا کرتا تھا۔ جب ان کے دادا کا انتقال ہو گیا اور میونسپل کمیٹی میں ان کا عہدہ خالی ہو گیا تو الیاس کے والد نے اسے نوکری کرنے کے لیے سکول سے اٹھا لیا۔

"میں اس دن سخت رویا تھا،" وہ کہتا ہے۔ "میں صرف نو سال کا تھا اور سکول وہ جگہ تھی جہاں میرے تمام دوست پڑھتے تھے۔ میرے والد نے کہا، 'اگر تم نوکری نہیں کرتے تو تمہارے پاس اور کیا ہے؟'

صفائی کی نوکری کے لیے سکول چھوڑنا الیاس کی آخری خواہش تھی۔ "میرے سکول کے ساتھی ان محلوں میں رہتے ہیں اور مجھے شرم آتی تھی کہ وہ مجھے اپنے محلوں کی صفائی کرتے ہوئے دیکھیں گے"، وہ پاکستان میں صفائی کے کام سے جڑے کلنک پر آواز اٹھاتے ہوئے کہتے ہیں۔

اس نے بچپن میں کئی برسوں تک اپنے چہرے کو چھپانے کے لیے اس پر چادر لپیٹ کر پرانے شہر کی سڑکوں پر جھاڑو دیا ہے۔ لوگ اور اس کی برادری یہ سمجھتے تھے کہ وہ خود کو دھول سے بچانے کے لیے اسے ڈھانپ رہا ہے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کا اپنے سکول کے کسی دوست سے سامنا ہو جائے اور وہ اسے پہچان لے۔

آخر کار، ایسا ہی ہوا لیکن کچھ نے اسے اس طرح سے نظر انداز کر دیا گویا وہ اسے جانتے ہی نہیں تھے۔ دیگر اس کے ساتھ مہربان تھے، جن کا یہ کہنا تھا کہ وہ نہیں جانتے تھے کہ اس کا تعلق صفائی کے کارکنوں کے خاندان سے ہے۔ کچھ لوگ ناقابل یقین تھے جب وہ اس کے پاس گلیوں کی صفائی کرتے ہوئے بھاگتے جہاں وہ رہتے تھے۔ "الیاس تم یہ کام کرتے ہو؟" وہ پوچھتے۔ وہ ان سے کہتا، "ہاں، تمہارے باپ دادا نے تمہارے لیے ایک آرام دہ جگہ چھوڑی ہے، میرے باپ دادا نے میرے لیے یہی کچھ چھوڑا ہے۔ ہمارے پاس کرنے کو اور ہے کیا؟"

وقت کے ساتھ ساتھ، وہ اس طرح کی مڈبھیڑ سے ہونے والی شرمندگی سے بے نیاز ہو گیا۔ وہ پھر بھی شرم کے امکان کے ساتھ کام کرنے نکلتا، لیکن خوف کا مقابلہ منطق سے کرنے لگا۔ "میں نے سوچا کہ اگر میرے دوستوں کو پتہ چل بھی جائے کہ میں صفائی کا کام کرتا ہوں تو وہ اس کے بارے میں کیا کر سکتے ہیں؟ میرے ایک دوست نے کہا، 'بے فکر ہو جاؤ، پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، تم اب بھی ہمارے بھائی ہو۔' آج وہ جرمنی میں ہے اور میں اب بھی یہیں ہوں، شہر کی گلیوں میں جھاڑو لگاتا ہوا۔''

اپنے بزرگ پڑوسی شرافت کی طرح، الیاس کا کہنا ہے کہ تعلیم اور ہنر کی کمی نے کمیونٹی کو سب سے نچلی سماجی و اقتصادی سطح تک محدود رکھا ہے لیکن "دونوں کو حاصل کرنے کی خواہش یہاں مفقود ہے کیونکہ یہاں مواقع موجود نہیں۔"

وہ کہتا ہے کہ جب آپ کا تعلق کسی محصور بستی میں مقیم ایسی کمیونٹی سے ہو جسے سماج سے بے دخل کر دیا گیا ہو تو آپ محدود مواقع ہونے کی بناء پر خود کو پستی کی حالت میں جکڑا ہوا محسوس کرتے ہیں۔'' آپ چوتھے درجے (کلاس فور) کے فرد ہی رہتے ہیں۔ آپ صرف ایک خاکروب، کلرک بننے کی خواہش کر سکتے ہیں، اس سے زیادہ کچھ نہیں۔''

کلاس فور ایسی سرکاری ملازمتوں کی درجہ بندی ہے جس میں سینیٹری ورکرز کے لیے مخصوص "کلیز" کی آسامیاں شامل ہے۔ ڈرائیور، چپڑاسی، باغبان، چوکیدار، حجام اور باورچی کی آسامیاں بھی اسی زمرے میں آتی ہیں، لیکن ان کی "صاف" نوعیت کی وجہ سے اکثریتی مسلم عقیدے کے لوگ ان پر فائز ہیں۔ گندا، ناپاک اور پست کام سینیٹری ورکرز کے حصے میں آتا ہے۔ پاکستان میں، ان میں سے 80 فیصد کا تعلق مسیحی برادری سے ہے۔ اگر حکام کو کوئی مسیحی نہیں ملتا تو یہ عہدا ہندو برادری کے کسی رکن کے پاس چلا جاتا ہے۔

وہ کہتے ہیں، "یہاں ایک گھٹن کا ماحول ہے۔ ہم سے پہلے اور بعد کی نسلیں موقع کو پہچاننے، اس کی خواہش کرنے میں ناکام رہتی ہیں، کیونکہ ہم اسے کبھی نہیں دیکھتے۔ میری نسل پہلے کی نسبت بہتر تعلیم یافتہ ہے، لیکن بہت کم ایسے ہیں جو بڑے خواب دیکھتے ہیں۔ کام تو یہی کرنا ہے تو پھر پڑھائی کیوں؟ اور اس طرح، کلاس فور نسلوں کی خواہش، نسلوں کا پیشہ بن جاتا ہے۔

کلاس فور کی سیاست

سیاسی طور پر، کچھ نسلوں کے دوران تھوڑی بہت پیش رفت ہوئی ہے، اور کمیونٹی صوبائی اور قومی اسمبلیوں میں اپنے نمائندے رکھنے میں کامیاب ہوئی ہے۔ لیکن وہ سیاسی پارٹیوں کے ذریعے 'منتخب' ہوتے ہیں، نہ کہ ووٹ کے ذریعے۔ تہکال میں فادرز کالونی کے ایک رہائشی کے مطابق، جن لوگوں کو کمیونٹی کی فلاح و بہبود کے لیے کام کرنے کے لیے منتخب کیا جاتا ہے، وہ "اپنے سیاسی آقاؤں کی خواہشات کے تابع ہوتے ہیں۔"

وہ کہتا ہے "ان کے پاس کوئی حقیقی طاقت، کوئی ووٹ بینک نہیں ہے۔ وہ ملک کے اعلیٰ ترین پارلیمانی منصب پر براجمان ہیں لیکن وہ کلاس فور سے تعلق رکھتے ہیں، وہ قانون سازی اور ترقیاتی منصوبہ بندی کے بارے میں بہت کم جانتے ہیں۔ اقلیتی نمائندوں کو سیاسی طور پر 'منتخب' کرتے ہوئے ریاست اور حکومتیں ان لوگوں کو آدھی جمہوریت فراہم کرتی ہیں جن کی بطور شہری حیثیت نصف درجے کی ہے۔"

گڈ فرائیڈے پر، ڈبلیو ایس ایس پی کا ایک کارکن سلیم مسیح* جو فادرز کالونی میں رہتا ہے، کالونی کے بیچ میں بازار چوک میں بیٹھا ہے۔ وہ صرف ماہانہ تنخواہوں کی ادائیگی میں تاخیر کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہے۔ اس کے پاس دوسرے معاملات پر بات کرنے کا وقت نہیں ہے کیونکہ اسے ایسٹر سے پہلے کچھ پیسے کمانے کے لیے عارضی کام تلاش کرنا ہے۔ وہ صرف اتنا جاننا چاہتا ہے کہ آیا وہ یہاں سے، صوبے کے اس مقام سے، اس ملک سے فرار ہو سکتا ہے۔

جیسے ہی جیٹ طیارے اور ہوائی جہاز ہوائی اڈے کے رن وے سے سڑک کے اس پار بنی کالونی پر گرجتے ہوئے گزرتے ہیں، چڑیاں بازار کے چوک میں شہتوت کے تنہا درخت پر خوف کے مارے پھڑ پھڑانے لگتی ہیں۔ آوارہ کتوں کے ساتھ کھیلنے والے بچے خاموشی سے، کبھی خوف کے عالم میں، کبھی اپنے گلی کے پالتو جانوروں کو خوفزدہ کرنے پر چڑچڑے پن سے، اوپر اٹھتے ہوئے طیاروں کو دیکھتے ہیں۔

یہ پوچھے جانے پر کہ کیا اس کے اپنے کوئی بچے ہیں، 35 سالہ سلیم اپنا سر ہلاتا ہے اور کہتا ہے، "میں نے کبھی شادی نہیں کی، نہ ہی میرا کوئی ارادہ ہے۔ میں بچوں کو اس جگہ پر کیوں لانا چاہوں گا جہاں ہمارے لیے جو کچھ ہے وہ مصیبت سے کم نہیں؟

رازداری کو برقرار رکھنے کے لیے نام تبدیل کر دیے گئے ہیں

یہ پروفائل پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کی تشکیل پٹھان میموریل لیبر اسٹڈیز سلسلے کی ایک کڑی ہے جس میں پاکستان بھر میں صفائی ستھرائی کے کارکنوں کی حقیقی زندگی کی کہانیوں کے ساتھ ساتھ اجرتوں اور کام کے حالات اور پالیسی سے متعلق سفارشات کا گہرائی سے تجزیہ کیا گیا ہے۔

مصنف ایک صحافی ہیں جن کا تعلق پشاور سے ہے۔

ہر ایک کے لیے ڈراؤنا خواب

پاکستان کی جیلوں میں صحت کا بحران

خلاصہ

تقریباً اپنی قید کے آغاز سے ہی، میرا جسم درد، سوزش، اور تناؤ کا شکار رہا ہے۔ میری شکایات یا تو نظرانداز کی گئیں یا جیل کے عملے نے کہا کہ "مرد بنو" اور "اسے برداشت کرو"، یا بعض مواقع پر مجھے درد سے وقتی طور پر افاقے کی دوا دی گئی۔ صبح کے وقت میں بڑی مشکل سے اُٹھتا اور مسلسل ایم آر آئی یا الٹراساؤنڈ کروانے کی التجا کرتا رہا، مگر میری التجائیں نظرانداز کی جاتی رہیں۔ بالآخر جب میں رِہا ہوا تو اُس وقت تشخیص ہوئی کہ مجھے جوڑوں کی سوزش کی بیماری لاحق ہے۔

یہ کہنا تھا 54 سالہ اسلم کا جو 2017 سے 2020 تک لاہور کی جیل میں قید رہے۔

پاکستان دنیا کے اُن ممالک میں شامل ہے جہاں کی جیلوں میں گنجائش سے کہیں زیادہ لوگ قید ہیں۔ 2022 تک، ملک کی 91 جیلوں اور قید خانوں میں گنجائش سے 100 فیصد سے زیادہ لوگ قید تھے۔ شدید بھیڑ بھاڑ نے جیلوں میں صحت کی سہولیات کے فقدان میں مزید اضافہ کیا ہے جس سے قیدی متعدی بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں اور صحت کی بنیادی ضروریات کے لیے ادویات اور علاج تک رسائی سے بھی محروم رہتے ہیں۔ 2020 میں کووِیڈ 19 کے پھیلاؤ نے اُن بدسلوکیوں میں سے کچھ کو بے نقاب کیا، جو وباء سے بہت پہلے سے موجود تھیں اور ان کا ازالہ نہیں کیا جا رہا تھا۔ 2022 کے وسط میں پاکستان کو تباہ کرنے والے سیلاب نے بہت سے مراکزِ صحت کو مزید نقصان پہنچایا، خاص طور پر صوبہ سندھ میں، اور جیلوں کی آبادی کو اور بھی الگ تھلگ کیا اور پانی سے پیدا ہونے والی بیماری کا شکار بنا دیا۔

صحت کی ناقص دیکھ بھال قیدیوں کے حقوق کی دیگر خلاف ورزیوں، بشمول تشدد اور بدسلوکی کے ساتھ جڑی ہوئی ہے اور یہ ٹوٹ پھوٹ کے شکار نظامِ انصاف کی ایک بڑی علامت ہے۔ جیل کے اہلکاروں اور محافظوں کی بدعنوانی اور بدسلوکی پر قانونی کارروائی سے استثنیٰ کی بدولت جیلوں میں انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیوں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ ان سنگین خلاف ورزیوں میں ناکافی اور غیر معیاری خوراک، غیر صحت مند طرزِ زندگی، اور ادویات اور علاج تک رسائی نہ ہونا شامل ہے۔

جیلوں میں صحت کی دیکھ بھال کا بحران پاکستان بھر میں صحت کی دیکھ بھال تک رسائی کے حوالے سے پائے جانے والے سنگین مسائل کی بھی عکاسی کرتا ہے۔ حال ہی میں ایک معاشی بحران جس نے 2022 میں پاکستان کی معیشت کو شدید مشکل صورتِ حال سے دوچار کر دیا تھا، نے حالات اور زیادہ گھمبیر بنا دیے ہیں۔ پاکستان نے اپنے خام ملکی پیداوار (جی ڈی پی) کا تین فیصد سے کم بجٹ صحت کے لیے مختص کیا ہے جو کہ عالمی ادارہ صحت (ڈبلیو ایچ او) کے معیارات سے کہیں کم ہے۔

لوگ کراچی سینٹرل جیل، کراچی کے داخلی دروازے سے باہر آ رہے ہیں۔
(28 جنوری 2021@اے پی فوٹو/فرید خان)

اِس رپورٹ میں پاکستان کی جیلوں میں صحت کی دیکھ بھال میں وسیع پیمانے پر پائے جانے والے نقائص قلمبند ہیں اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اس سے 88,000 سے زائد قیدیوں پر کیا اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔

رپورٹ صوبہ سندھ اور پنجاب، اور دارالحکومت اسلام آباد کے علاقے میں سابق قیدیوں کے 34 بالمشافہ اور ٹیلی فون انٹرویوز پر مبنی ہے۔ ان میں خواتین اور نوعمر بچوں، نیز قبل از ٹرائل قیدیوں اور سزا یافتہ قیدیوں کے تقریباً دو درجن وکلاء، جیل میں صحت کے اہلکاروں، اور قیدیوں کے حقوق پر کام کرنے والی تنظیموں کے نمائندوں کے انٹرویوز بھی شامل ہیں۔ اگرچہ ہم نے پاکستان کی تمام جیلوں اور قید خانوں کا مکمل سروے نہیں کیا، لیکن ملک بھر میں جیلوں کی متنوع آبادیوں کے ساتھ کام کرنے والے وُکلاء کے انٹرویوز، بشمول وہ انٹرویوز جو ہم نے دیہی علاقوں میں کیے، ہمارے نتائج کی تصدیق کرتے ہیں۔ سرکاری اداروں اور قیدیوں کے حقوق کے لیے کام کرنے والی غیر سرکاری تنظیموں کی حالیہ رپورٹس سے بھی ہماری رپورٹ کے نتائج کی توثیق ہوئی ہے۔ اگرچہ پولیس اور جیل حکام کی طرف سے تشدد بڑے پیمانے پر ہوتا ہے اور اس میں ملوث اہلکاروں کے خلاف شاذ و نادر ہی مقدمہ چلایا جاتا ہے، لیکن اس رپورٹ کی بنیادی توجہ تشدد پر نہیں بلکہ قیدیوں اور زیرِ حراست لوگوں کو صحت کی دیکھ بھال تک رسائی میں درپیش رکاوٹوں پر ہے۔

پاکستان میں جیلوں کے حالات نوآبادیاتی دور سے ہی خراب ہیں، جیلوں کا زیادہ تر قانون اُس دور کا ہے۔ تاہم، جیل کی آبادی بڑھنے کی وجہ سے حالات مزید خراب ہو گئے ہیں۔

پاکستان کی جیلوں کی آبادی زیادہ تر معاشرے کے غریب ترین طبقوں سے تعلق رکھتی ہے، جو رشوت دینے، ضمانت حاصل کرنے، یا ایسے وکیلوں کی خدمات حاصل کرنے سے قاصر ہیں جو اُنہیں قید کے متبادل حل تلاش کرنے میں مدد دے سکیں۔

نقصان دہ حکومتی اور معاشرتی رویے جو قیدیوں کو "سزا کا مستحق" تصور کرتے ہیں، بے حسی اور بدسلوکی کا باعث بنتے ہیں۔

پاکستان میں یکے بعد دیگرے آنے والی حکومتوں اور سیاسی جماعتوں نے جیلوں میں اصلاحات کی ضرورت کو نظرانداز کیا۔ یہاں تک کہ بدسلوکی کی بھیانک مثالیں شاذ و نادر ہی پارلیمان کی توجہ حاصل کر سکیں یا کسی تبدیلی کو جنم دے سکیں۔

ناقص انفراسٹرکچر اور بدعنوانی نے جیل میں صحت کی دیکھ بھال کی خدمات کو شدید متاثر کیا ہے۔ جیل کے زیادہ تر ہسپتالوں میں طبی عملے کے لیے مناسب بجٹ، ای کے جی مشینوں جیسے ضروری آلات اور مناسب مقدار میں ایمبولینسز کی کمی ہے۔

غفلت کی ایک واضح مثال میں، دسمبر 2021 میں لاہور کی کیمپ جیل میں چھ قیدیوں کی طبیعت خراب ہونے پر حراست میں لیے جانے کے 12 دنوں کے اندر ہی موت ہو گئی۔ اُس وقت اُس جیل میں صحت کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی اہلکار موجود نہیں تھا، اور منجمد درجہ حرارت کے باوجود بیرکوں میں حرارت کی کمی تھی اور جیل نے قیدیوں کو گرم کپڑے فراہم نہیں کیے تھے۔ اس کے باوجود، اُن کی موت کے بعد بھی اصلاحات یا احتساب نہیں ہوا۔

وسیع پیمانے پر بدعنوانی نے پاکستان کے سرکاری اداروں کو کئی دہائیوں سے متاثر کر رکھا ہے، فوجداری انصاف اور جیلوں کے نظام کو عام طور پر بدعنوان ترین اداروں میں شمار کیا جاتا ہے۔

رشوت ستانی کے کلچر نے دولت اور اثر و رسوخ رکھنے والوں اور دیگر تمام قیدیوں کے لیے دو الگ الگ نظام بنائے ہوئے ہیں۔

اگرچہ زیادہ تر پاکستانی قیدیوں کو بنیادی صحت کی دیکھ بھال سے محروم رکھا جاتا ہے جس کے وہ قانون کے تحت حقدار ہیں، لیکن امیر اور بااثر قیدیوں کا ایک چھوٹا گروپ جیل سے باہر نجی ہسپتالوں میں اپنی سزا کاٹتا ہے۔ غریب قیدیوں کو دردکش ادویات کے حصول کے لیے بھی رشوت دینی پڑتی ہے۔

زیادہ بھیڑ

پاکستانی جیلوں میں حد سے کہیں زیادہ بھیڑ ہے، جہاں زیادہ سے زیادہ تین افراد کے لیے بنائی گئی بیرکوں میں 15 افراد تک قید ہیں۔ پاکستان کی جیلوں میں قیدیوں کی اکثریت کے مقدمات التواء کا شکار ہیں۔ وہ ٹرائل کا انتظار کر رہے ہیں یا ٹرائل کے درمیان ہیں — اور ابھی تک سزا سنائی جانی ہے۔ تاخیر نظام کو متاثر کرتی ہے، اور ملزمان کے جیل میں رہتے ہوئے ٹرائلز کو مکمل ہونے میں عام طور پر کئی سال لگ جاتے ہیں۔ نوآبادیاتی دور کے وسیع تر قوانین کی وجہ سے پولیس کو بین الاقوامی معیارات کی پاسداری کیے بغیر لوگوں کو اکثر گرفتار کرنے کے لیے بلا روک ٹوک اختیارات حاصل ہیں۔ مشتبہ افراد کو اُن کے خلاف مجرمانہ الزامات کی نوعیت اور وجہ کے بارے میں فوری طور پر اور تفصیل سے آگاہ کیا جانا ضروری ہے۔ اور بین الاقوامی قانونی اصولوں کا تقاضا ہے کہ عدالتیں عام اصول کے طور پر مشتبہ افراد کو ضمانت فراہم کریں، مگر پاکستانی عدالتیں اکثر زیر حراست افراد کو ضمانت دینے سے انکار کر دیتی ہیں یا ضمانت کی رقم ان کی مالی پہنچ سے زیادہ مقرر کرتی ہیں، ایسی صورت حال میں بھی جب قیدی کے فرار ہونے یا مقدمے میں مداخلت کا کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔

فوجداری مقدمات کا سامنا کرنے والے زیادہ تر غریب ہیں اور ریاست کی طرف سے فراہم کردہ قانونی امداد کے لیے ایک مضبوط طریقہ کار کی عدم موجودگی میں، مناسب قانونی نمائندگی کا فقدان ہے۔ سزا سنانے کے رہنما خطوط کے فقدان اور عدالتوں کی جانب سے حراست میں دینے کی بجائے دیگر متبادل سزائیں دینے سے گریز حتیٰ کہ معمولی جرائم کے لیے بھی، جیلوں میں بھیڑ کا سبب ہے۔

خوراک، پانی اور صفائی ستھرائی تک رسائی

اِس رپورٹ کے لیے انٹرویو کیے گئے تقریباً تمام سابق قیدیوں نے غیر صحت بخش اور ناکافی خوراک، گندے پانی اور غیر صحت مند حالات کی شکایت کی۔ پاکستان میں نلکے کا پانی عام طور پر پینے کے قابل نہیں ہے کیونکہ اس میں آرسینک کی مقدار زیادہ ہے۔ تاہم، ایک طبی افسر نے ہیومن رائٹس واچ کو بتایا کہ جب اُنہوں نے قیدیوں کے لیے صاف پانی کا مطالبہ کیا، تو انہیں جواب دیا گیا: "یہ مجرم ہیں جنہیں سزا دی جا رہی ہے۔ ان کے ساتھ ایسا سلوک کرنا بند کرو جیسے وہ چھٹی پر ہیں"۔ جیل حکام قیدیوں کو کھانے کی ادائیگی پر بھی مجبور کرتے ہیں حالانکہ وہ مفت کھانے کے حقدار ہیں۔ جہاں امیر قیدیوں کو صحت بخش خوراک اور تازہ پھل میسر ہیں، وہیں اکثریت کو ان کے لیے مقرر کردہ غیر معیاری کھانا بھی فراہم نہیں کیا جاتا۔

حد سے زیادہ بھیڑ، نظر انداز کرنے کے رویے اور خستہ حال انفراسٹرکچر نے جیلوں اور قید خانوں کو رہائش کے لیے کافی حد تک غیر موزوں بنا دیا ہے۔ قیدیوں کو خود بیرکوں کو صاف کرنے کے لیے کہا جاتا ہے، مگر گنجائش سے کہیں زیادہ لوگوں کی موجودگی سے صفائی کا کام بیکار ہو جاتا ہے۔ خارش اور جلد کی دیگر بیماریاں عام ہیں، اور بیرکیں اکثر چوہوں، چھپکلیوں اور دیگر کیڑوں سے متاثر ہیں۔

مارچ 2020 میں ایک تاریخی فیصلے میں، عدالتِ عالیہ اسلام آباد نے کہا کہ قیدیوں کو "ہجوم سے بھری جیل میں رکھنا اور صفائی کا فقدان، ظالمانہ اور غیر انسانی سلوک کے مترادف ہے جس کے لیے ریاست کو جوابدہ ہونا چاہیے کیونکہ یہ عمل دیکھ بھال کی لازمی ذمہ داری کی خلاف ورزی کے مترادف ہے۔" تاہم، عدالتی فیصلے کے باوجود کسی قسم کی بامعنی اصلاحات نہیں ہوئیں۔

خواتین قیدیوں کے ساتھ امتیازی سلوک

خواتین قیدیوں کا شمار سب سے زیادہ خطرے سے دوچار قیدیوں میں ہوتا ہے۔ پدرانہ سماجی رویے، مالی خودمختاری کی کمی، اور خاندانوں کی طرف سے چھوڑ دیے جانے کی وجہ سے خواتین قیدیوں کے لیے اضافی مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں۔ فوجداری نظام انصاف میں خواتین کو عام طور پر تعصب، امتیازی سلوک اور بدسلوکی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور انہیں صحت کی دیکھ بھال تک رسائی میں بہت زیادہ مشکلات درپیش ہوتی ہیں۔

لاہور کی جیل میں تین سال گزارنے والی ایک خاتون نے کہا:

جیل میں اپنے پورے قیام کے دوران، میں شدید سر درد اور ہارمونل مسائل کا شکار رہی جس کی وجہ سے میں درد اور بے قاعدہ ماہواری کے مسئلے سے دوچار رہی۔ مجھے ایک بار بھی کسی ڈاکٹر سے ملنے کی اجازت نہیں دی گئی اور صرف درد کش دوا دی گئی۔ ہمارے لیے سماجی روایات اور شرمندگی کی وجہ سے جیل کے مرد اہلکار سے ماہواری کے بارے میں بات کرنا انتہائی مشکل ہے۔ خواتین قیدیوں کے ساتھ بدترین سلوک کیا جاتا ہے کیونکہ پاکستان میں انہیں ان کے اہلِ خانہ چھوڑ دیتے ہیں اور کوئی بھی ان سے ملنے نہیں آتا اور اسی وجہ سے جیل حکام جانتے ہیں کہ ان کے بہتر علاج کے لیے کوئی بھی پیسے (رشوت) دینے کو تیار نہیں ہے۔

پاکستان کی وزارت برائے انسانی حقوق نے 2020 میں رپورٹ کیا کہ خواتین قیدیوں کو غیر مؤثر طبی دیکھ بھال کا سامنا ہے اور حکام نے خواتین قیدیوں کے تحفظ کے لیے بنائے گئے قوانین کو زیادہ تر نظر انداز کیا ہے۔ پاکستانی جیلوں میں بند خواتین میں سے تقریباً دو تہائی ایسی ہیں جن کے مقدمات کی سماعت ابھی شروع نہیں ہوئی اور انہیں کسی جرم میں سزا نہیں ہوئی۔

جیل میں صحت کی دیکھ بھال کے نظام میں فنڈز کی شدید کمی کا مطلب یہ ہے کہ جن ماؤں کے بچے جیل میں اُن کے ساتھ ہوتے ہیں اُنہیں اکثر صحت کی ضروری سہولیات دستیاب نہیں ہوتیں، جس سے خواتین اور بچوں دونوں کو خطرہ لاحق رہتا ہے۔ ایک قیدی نے بتایا کہ اُس کے بچے، جس کی نشوونما معذوری کی وجہ سے رُکی ہوئی ہے، کو چھ سال کی قید کے دوران کوئی امدادی خدمات یا طبی دیکھ بھال مہیا نہیں کی گئی حالانکہ اس کے لیے کئی بار درخواست دی گئی تھی۔

معذوریوں سے متاثرہ قیدیوں کے ساتھ امتیازی سلوک

معذوریوں سے متاثرہ قیدی بدسلوکی، امتیازی سلوک اور برے رویے کے خطرے کا شکار رہتے ہیں۔ پاکستانی معاشرے میں ذہنی صحت کے بارے میں آگاہی کا فقدان نفسیاتی معذوریوں سے متاثرہ لوگوں (ذہنی صحت کے مسائل سے دوچار لوگ) کے ساتھ بدسلوکی کو جنم دیتا ہے اور جو قیدی ذہنی صحت کی مدد کے لیے کہتے ہیں اُن کا اکثر مذاق اڑایا جاتا ہے اور ان کی مدد سے انکار کیا جاتا ہے۔ جیل کے نظام میں دماغی صحت کے پیشہ ور افراد کی کمی ہے، اور جیل حکام ذہنی صحت کی حالت کی کسی بھی رپورٹ کو شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ نئے قیدیوں کے نفسیاتی معائنے یا تو بے کار ہوتے ہیں یا بالکل کیے ہی نہیں جاتے۔ 2018 میں لاہور کی جیل میں چار ماہ گزارنے والے ایک قیدی نے بتایا کہ وہ ذہنی دباؤ کا شکار تھا اور اپنی زندگی ختم کرنے کا سوچ رہا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ جب انہوں نے پیشہ ورانہ مدد کی درخواست کی تو ایک اہلکار نے انہیں کہا، "یہاں ہر کوئی افسردہ ہے۔ یہاں تک کہ میں بھی افسردہ ہوں۔ تم نماز شروع کرو۔"

نوآبادیاتی دور کے جیل کے قوانین

پاکستان کے فوجداری نظامِ انصاف سے متعلق بنیادی قوانین، بشمول تعزیرات، فوجداری طریقہ کار، اور جیل کے قوانین، انیسویں صدی کے وسط میں ہندوستان میں برطانوی نوآبادیاتی حکومت کے تحت نافذ کیے گئے تھے، اور ان میں 1947 میں پاکستان کی آزادی کے بعد سے کوئی بڑی تبدیلی نہیں آئی۔ جیل کے ایک ڈاکٹر کے بقول، اس نظام کے تحت جیل سپرنٹنڈنٹ تقریباً آمرانہ طاقت کے ساتھ "وائسرائے" کے طور پر کام کرتا ہے، خاص طور پر صحت کی دیکھ بھال تک رسائی کے حوالے سے۔ نوآبادیاتی دور کی پولیس اور جیل کے قوانین سیاست دانوں اور دیگر طاقتور افراد کو پولیس اور جیل کے کاموں میں معمول کے مطابق مداخلت کا موقع فراہم کرتے ہیں، جو بعض اوقات حکام کو ہدایت دیتے ہیں کہ وہ اُن کے اتحادیوں کو نوازیں اور مخالفین کو ہراساں کریں۔

سفارشات

پاکستان کی وفاقی اور صوبائی حکومتوں کو

جیلوں میں زیادہ بھیڑ کا مسئلہ

پاکستانی جیلوں میں بھیڑ کے مسئلے سے نمٹنے کے لیے درج

ذیل اقدامات کریں:

- موجودہ قوانین کا نفاذ اور جلد رہائی کریں؛
- ضمانت کے قانون میں بہتری لائیں تاکہ اسے فرد کی بے گناہی اور آزادی کے مفروضے کے بین الاقوامی معیارات کے مطابق لایا جاسکے؛
- ضمانت کی منظوری کے حوالے سے ججوں کے لیے سزا سنانے کے رہنما اصولوں پر عمل درآمد کریں جب تک کہ یہ یقین کرنے کے لیے معقول شواہد موجود نہ ہوں کہ زیر حراست فرد مفرور ہو جائے گا یا مزید جرائم کا ارتکاب کرے گا۔
- غیر متشدد نوعیت کے معمولی جرائم اور پہلی بار جرم سرزد کرنے والے مجرموں کے لیے سزا کے ڈھانچے میں اصلاح کریں تاکہ غیر حراستی متبادل حل بھی شامل کیا جا سکیں۔
- جنسی فعل کو جرائم کی فہرست سے نکالیں؛
- جرائم میں ملوث ایسے مشتبہ افراد کے لیے مفت اور مناسب قانونی امداد کا طریقہ کار وضع کریں جن کے پاس نجی قانونی نمائندگی حاصل کرنے کے لیے وسائل نہیں ہیں۔اور
- اس بات کو یقینی بنائیں کہ زیر حراست مشتبہ افراد کا جلد از جلد ٹرائل شروع ہو لیکن ضرورت سے زیادہ دیر تک انہیں حراست میں نہ رکھا جائے۔

جیل کا عملہ

- صوبائی جیلوں کے محکموں کو صوبائی وزارت داخلہ کی نگرانی سے ہٹا کر ان کی خودمختاری کو یقینی بنائیں۔
- جیل افسران کو بھرتی کرنے کے لیے تعلیمی، جسمانی، اور نفسیاتی معائنوں کے معیار کو بہتر بنائیں اور ان کے معاوضے میں اضافہ کریں۔
- جیل کی تربیتی اکیڈمیوں میں خواتین کے زیادہ سے زیادہ داخلے کی حوصلہ افزائی کریں اور انہیں اس حوالے سے سہولیات فراہم کریں۔
- زیر تربیت افراد کو اعلیٰ معیار کے اساتذہ اور وسائل فراہم کرکے نچلی سطح کے افسران کے لیے جیل اکیڈمیوں میں ہدایات کے معیار کو بہتر بنائیں۔
- ہر صوبے میں جیلوں کے لیے تربیتی ادارے تشکیل دیں اور وہاں پڑھانے کے لیے بین الاقوامی معیارات پر مبنی نصاب تیار کریں۔

صحت کے معیارات اور طبی دیکھ بھال

- اس بات کو یقینی بنائیں کہ تمام قیدیوں کو ضروری حفظان صحت اور صفائی ستھرائی کی اشیاء بشمول صابن، شیمپو، سینیٹری پیڈز، اور پینے کے صاف پانی تک بلا تعطل مفت رسائی ہو۔
- جیل کے طعام نامے پر صوبائی محکمہ صحت اور طبی ماہرین کی مشاورت سے نظرثانی کریں تاکہ کھانے کے انتظامات کو بین الاقوامی غذائی رہنما خطوط کے مطابق لایا جاسکے۔
- پاکستان کی تمام جیلوں میں مناسب طبی سہولیات کی فراہمی یقینی بنائیں۔ میڈیکل آفیسرز، ماہر نفسیات، اسپتال کی فارمیسی میں مناسب مقدار میں ادویات کی موجودگی اور جیل اسپتال جس میں بنیادی اور ثانوی نگہداشت کے لیے تمام ضروری سامان موجود ہونا چاہیے۔
- اس بات کو یقینی بنائیں کہ جیل کے تمام طبی اہلکار قیدیوں کے علاج معالجے اور انہیں ادویات کی فراہمی کے معاملات میں خصوصی تربیت حاصل کریں۔

معذوریوں سے متاثر قیدی

- ذہنی صحت کی بنیاد پر افراد کی من مانی حراست کو ختم کریں اور جیل کے صحت کی دیکھ بھال کے عملے کی تربیت مسلسل جاری رکھیں تاکہ ذہنی صحت سے متعلق معذوریوں کے شکار قیدیوں کی ضروریات کو پورا کیا جا سکے۔
- اس بات کو یقینی بنائیں کہ ذہنی صحت سے محروم قیدیوں کو دوسرے قیدیوں سے الگ نہ کیا جائے اور ان کی معذوری کے لیے مناسب امدادی خدمات فراہم کی جائیں۔انہیں کبھی بھی الگ نہیں کیا جانا چاہیے اور نہ ہی متبادل نظام جیسے کہ نفسیاتی اسپتالوں میں منتقل کرنا چاہیے۔
- جیل میں داخل ہونے پر قیدیوں کی مختلف طرح کی معذوریوں کی تشخیص کے لیے منظم طریقے سے طبی معائنہ کریں اور انہیں مناسب مدد اور رہائش فراہم کریں۔
- جیلوں میں ذہنی صحت کی خدمات کو بہتر بنائیں۔اس مقصد کے لیے ذہنی صحت کے تعلیم وتربیت یافتہ ماہرین اور مناسب وسائل کی فراہمی یقینی بنائیں۔ یہ بھی یقینی بنائیں کہ خدمات صنفی حساسیت، مفت اور باخبر رضامندی کی بنیاد پر مبنی ہوں، اور دیکھ بھال کا معیار کمیونٹی کے معیارات پر پورا اترتا ہو۔

جوابدہی

- پولیس آرڈر 2002 کی طرز پر ضلعی اور صوبائی سطح پر پبلک سیفٹی کمیشن قائم کریں جن کے پاس جیلوں کا دورہ کرنے اور جیلوں کے حالات کا جائزہ لینے کا اختیار ہو۔
- قیدیوں کے حقوق کو محفوظ کرنے اور جیل کے انتظامات میں مطلوبہ معیارات کو برقرار رکھنے میں ناکامی پر جیل حکام کو جوابدہ ٹھہرانے کے لیے موثر، آزاد، اور شفاف طریقہ کار قائم کریں۔
- پاکستانی جیلوں کے قواعد کو بین الاقوامی معیارات بشمول نیلسن منڈیلا رولز اور بنکاک رولز کے مطابق لانے کے لیے اُن میں اصلاحات کریں۔
- پبلک سیفٹی کمیشنوں کو بااختیار بنائیں تاکہ وہ جیلوں میں دیے جانے والے کھانے کی جانچ کرنے کے لیے غیر اعلانیہ معائنہ کرسکیں۔
- اذیت اور دیگر ظالمانہ، غیر انسانی یا ذلت آمیز سلوک یا سزا کے خلاف کنونشن کے اختیاری پروٹوکول کی توثیق کریں اور تمام حراستی مراکز کے غیر اعلانیہ معائنے کے لیے طریقہ کار قائم کریں۔

وفاقی اور صوبائی مجالس قانون ساز کو

- ایسی قانون سازی کریں جو خاص طور پر ضابطہ تعزیرات میں تشدد کو ایک مجرمانہ فعل قرار دے اور مناسب سزائیں تجویز کرے۔
- قانون شہادت آرڈر 1984 میں ترمیم کریں تاکہ پولیس کی ایسی کسی بھی تفتیش کی بنیاد پر حاصل ہونے والے ثبوت کو ناقابل قبول بنایا جا سکے جس میں تشدد یا دیگر ظالمانہ، غیر انسانی یا ذلت آمیز سلوک یا سزا کا استعمال شامل ہو۔

غیر ملکی حکومتوں اور عطیات کنندگان کو

- جہاں بھی ضرورت پڑے اعلیٰ ترین سطحوں پر پاکستانی حکومت کے ساتھ پولیس کی بدسلوکی بشمول دوران حراست تشدد کے بارے میں اپنے تحفظات کا اظہار کریں۔حکومت پر زور دیں کہ وہ اس بات کو یقینی بنائے کہ پولیس تمام افراد کے ساتھ انسانی حقوق کے بین الاقوامی معیارات کے مطابق برتاؤ کرے۔
- ان علاقوں میں خصوصی پولیس اور جیل کے عملے کی تربیت شامل کرنے کی پیشکش کریں جہاں اصلاحات کے لیے حقیقی عزم موجود ہے۔
- پاکستان کی اُن سول سوسائٹی تنظیموں کی بھرپور مدد کریں جو انسانی حقوق کی صورت حال کی موثر نگرانی کر رہی ہیں اور پولیس اور جیل کے عملے کی بدسلوکی کے متاثرین کو امداد فراہم کر رہی ہیں۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ہیومن رائٹس واچ)

گلگت بلتستان میں ذہنی صحت سے متعلق اعلامیہ

اسرار الدین اسرار

گلگت بلتستان میں ذہنی صحت جیسے اہم بنیادی انسانی حق کے تحفظ کے سلسلے میں ہیومین رائٹس کمیشن آف پاکستان (ایچ آرسی پی) کے زیر اہتمام سٹیک ہولڈرز کا ایک مشاورتی اجلاس مقامی ہوٹل میں مورخہ 22 جولائی 2023 کو منعقد ہوا جس میں محققین، سماجی کارکنوں، سرکاری و غیر سرکاری محکموں اور گلگت بلتستان میں ذہنی صحت پر کام کرنے والے مختلف سرکاری وغیر سرکاری اداروں کے نمائندوں نے شرکت کی۔ اجلاس میں انسانی حقوق کے بین الاقوامی منشور ومعاہدوں، آئین پاکستان اور پاکستان کے مروجہ قوانین کی روشنی میں ذہنی صحت کو ایک اہم انسانی حق قرار دیا گیا اور اس حق کے تحفظ کے لئے تمام سٹیک ہولڈرز کو مل جل کر کوششیں تیز کرنے اور ہر ممکن وسائل بروئے کار لانے کا اعادہ کیا گیا۔

اجلاس میں قرار دیا گیا کہ گلگت بلتستان میں گھریلو تشدد، خواتین اور بچوں کے ساتھ ہونے والے تشدد و نا انصافیوں، سکولوں میں ہونے والا تشدد، جرائم، منشیات کا استعمال اور خودکشیوں سمیت کئی سماجی مسائل کے پس پردہ دیگر عوامل کے ساتھ ذہنی بیماریوں کا ایک بڑا عمل دخل ہے۔ اجلاس میں اس امر پر تشویش کا اظہار کیا گیا کہ ذہنی صحت جیسے اہم شعبے کی طرف پورے پاکستان بشمول گلگت بلتستان کے کبھی خاطر خواہ توجہ نہیں دی گئی ہے جس کہ وجہ سے اعداد وشمار کے مطابق آبادی کا ایک بڑا حصہ ذہنی بیماریوں، ذہنی دباو، انگزائٹی سمیت دیگر امراض کا شکار ہے۔

اجلاس میں اس بات پر زور دیا گیا کہ ذہنی امراض کے علاج پر مکمل توجہ دیئے بغیر ایک پر امن، خوشحال، محفوظ اور ترقی یافتہ معاشرے کا خواب نہیں دیکھا جاسکتا کیونکہ ذہنی بیمار معاشرے کبھی بھی ترقی نہیں کر سکتے ہیں۔

اجلاس میں اس امر سے آگاہ کیا گیا کہ کوڈ 19، حالیہ مہنگائی اور بڑھتی ہوئی بے روزگاری سمیت معاشی وسیاسی عدم استحکام کی وجہ سے ذہنی امراض میں اضافہ دیکھا گیا ہے۔

اجلاس میں اتفاق رائے سے مندرجہ ذیل اعلامیہ منظور کیا گیا۔

1۔ گلگت بلتستان میں ذہنی صحت سے متعلق ایمرجنسی نافذ کر کے بڑھتے ہوئے ذہنی امراض کو ایک اہم اور حل طلب مسلہ قرار دیا جائے۔

2۔ گلگت بلتستان میں مقامی ریسرچرز، ماہرین اور سٹیک ہولڈرز کی مشاورت سے ذہنی صحت کے امور کی بہتری کے لئے باضابطہ قانون اور جامع پالیسی بنائی جائے کیونکہ پنجاب اور سندھ میں اس حوالے سے پہلے ہی قانون سازی ہوچکی ہے۔

3۔ یہ کہ ذہنی صحت کو جسمانی صحت کے مساوی اہمیت دے کر اس کے لئے فوری طور پر تمام تر دستیاب انسانی ومالی وسائل فراہم کئے جائیں۔

4۔ تحصیل سطح پر ذہنی صحت کی آگاہی سے متعلق کمیونٹی سپورٹ سینٹرز کا قیام عمل میں لایا جائے۔ نیز ذہنی صحت کے تمام پروگرامز میں مقامی لوگوں کو شامل کیا جائے تاکہ ذہنی صحت کے تمام پروگرامز کو پائیدار اور مکمل طور پر مقامی ضروریات سے ہم آہنگ کیا جاسکے۔ مقامی سطح پر یوتھ کونسلرز کو تعینات کیا جائے اور پہلے سے موجود یوتھ یا عام کونسلرز کو ایک مربوط پروگرام کے ماتحت لایا جائے۔

> **اجلاس میں قرار دیا گیا کہ گلگت بلتستان میں گھریلو تشدد، خواتین اور بچوں کے ساتھ ہونے والے تشدد و نا انصافیوں، سکولوں میں ہونے والا تشدد، جرائم، منشیات کا استعمال اور خودکشیوں سمیت ک ء سماجی مسائل کے پس پردہ دیگر عوامل کے ساتھ ذہنی بیماریوں کا ایک بڑا عمل دخل ہے۔**

5۔ غیر مقامی این جی اوز یا اداروں کے افراد کو بغیر این او سی اور ذہنی صحت سے متعلق خاص مہارت کے ذہنی صحت پر کام کی اجازت نہ دی جائے کیونکہ یہ ایک حساس نوعیت کا کام ہے جس میں مقامی حساسیت کو پیش نظر رکھنا نہایت ضروری ہے۔

6۔ گلگت بلتستان میں ذہنی امراض کے علاج کے لئے ایک جدید اور مکمل الگ ہسپتال کا قیام عمل میں لایا جائے۔ جس میں جدید سہولیات موجود ہوں۔

7۔ ذہنی صحت سے متعلق آگاہی کے لئے عبادتگاہوں اور کمیونٹی لیول پر ہنگامی بنیادوں پر آگاہی پروگرامز منعقد کئے جائیں۔ جن میں ذہنی صحت سے متعلق توہمات اور خرافات کے تدارک کے لئے سائنسی نقاط شامل کئے جائیں۔

8۔ گلگت بلتستان کے تمام تعلیمی اداروں اور تھانوں میں ایک ایک سائیکولوجسٹ اور ہسپتالوں میں ایک ایک سائیکاٹرسٹ اور سائیکالوجسٹ کی تعیناتی فوری طور پر عمل میں لائی جائے اور ضلعی سطح پر ذہنی امراض کے شکار افراد کے لئے جدید وارڈز بنائے جائیں۔

9۔ تعلیمی اداروں، اساتذہ کی تربیت گاہوں، ہیلتھ ورکرز اور پولیس کی ٹریننگ میں لائف سکلز، ذہنی صحت اور صحت مندانہ سرگرمیوں کی افادیت و اہمیت سے متعلق کورسسز شامل کئے جائیں۔

10۔ ذہنی معذوری کے شکار افراد کے لئے وظیفہ کا اجراء کرنے کے علاوہ ان کی دیکھ بھال اور بحالی کے لئے ایک بڑے سینٹر کا قیام عمل میں لایا جائے۔

11۔ گلگت بلتستان میں ذہنی صحت سے متعلق کام کرنے والے تمام سرکاری وغیر سرکاری محکموں پر مشتمل ورکنگ گروپ کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ جس میں ریسرچرز، ماہرین، سماجی ورکرز، انسانی حقوق کے کارکن اور ذہنی صحت پر کام کرنے والے اداروں کے نمائندوں کو شامل کیا گیا ہے تاکہ آئندہ ذہنی صحت کے ہر پروگرام کو نتیجہ خیز بنانے کے لئے اس ورکنگ گروپ کی مشاورت کو اولیت دی جائے جاسکے۔ نیز اس ورکنگ گروپ کی مدد سے ذہنی صحت پر کام کرنے والے تمام محکموں اور اداروں کو ایک دوسرے کے کام سے واقفیت اور ایک چھتری تلے ذہنی صحت کے مربوط پروگرامز ترتیب دینے کا موقع ملے گا۔

12 ذہنی صحت پر کام کرنے والے محکموں، افراد اور این جی اوز اور میڈیا کے لئے کوڈ آف کنڈیکٹ بنایا جائے اور اس پر سختی سے عملدرآمد کرایا جائے۔

13۔ مقامی سطح پر ذہنی صحت سے متعلق امور پر تحقیق کے عمل کو فروغ دیا جائے۔ نیز پہلے سے گلگت بلتستان میں خودکشیوں اور ذہنی امراض اور ان سے منسلک جن جن موضوعات پر تحقیقی کام کیا گیا ہے اس کو ایک جگہ جمع کر کے اس سے استفادہ حاصل کیا جائے۔

14۔ ذہنی صحت سے متعلق خرافات اور توہم پرستی کے خاتمے کے لئے ہنگامی بنیادوں پر دینی علماء، کمیونٹی لیڈرز، اساتذہ اور ہیلتھ ورکرز کی مدد سے مہم چلائی جائے۔

15۔ افراد باہم معذوری کے لئے اسپیشل ایجوکیشن کمپلیکس ناکافی ہے اس لئے ان کے اعلیٰ تعلیم کے لئے ضلعی سطح پر اداروں کا قیام عمل میں لایا جائے۔ نیز خاص طور سے ذہنی معذور افراد کے حقوق کے تحفظ کے لئے ایک جامع پالیسی بنا کر اس پر عملدرآمد کو یقینی بنایا جائے۔

16۔ منشیات کے عادی افراد کے علاج اور بحالی کے لئے فوری طور پر ٹریٹمنٹ اور بحالی سینٹر کا قیام عمل میں لایا جائے۔ (بشکریہ ہم سب)

کندھ کوٹ، ڈاکوؤں کا راج

توصیف احمد خان

کندھ کوٹ میں عید کا دن سوگ کا دن تھا۔ شہر سے اغواء ہونے والے بیس افراد اپنے گھروں کو لوٹ نہیں سکے۔ کندھ کوٹ سے تعلق رکھنے والے دس ہندو خاندان حالات کے جبر کا شکار ہوکر اپنے آبائی وطن کو الوداع کہہ کر ریل گاڑی کے ذریعے لاہور روانہ ہوگئے جہاں سے وہ سڑک کے راستے بھارت ہجرت کر جائیں گے۔

ہندو برادری کندھ کوٹ، جیکب آباد، کشمور اور شکار پور میں صدیوں سے آباد ہے۔ 1947 میں جب ہندوستان کی تقسیم ہوئی اور شدید مذہبی فسادات رونما ہوئے تو سندھ کے شہروں سے تو ہندو بھارت منتقل ہوئے مگر اپر سندھ میں حالات زیادہ تر معمول پر تھے، یوں ہندوؤں نے اپنا گھر چھوڑنے کے بارے میں نہیں سوچا۔ کندھ کوٹ سے بھارت جانے والوں میں مکیش کمار، دلیپ کمار، نند لعل، ڈاکٹر مہر چند اور منور لال وغیرہ کے اہلِ خانہ شامل ہیں۔ کندھ کوٹ، کشمور اور اطراف کے علاقوں میں حکومت کی رٹ ختم ہوئے برسوں ہوگئے۔

ان علاقوں میں ڈاکوؤں کی حکومت ہے اور اجرتی قاتلوں کا راج ہے۔ ڈاکو سورج کی روشنی میں شہریوں کو اغواء کرتے ہیں۔ یہ ڈاکو صرف مردوں کو اغواء نہیں کرتے بلکہ عورتوں اور بچوں کو خصوصی طور پر نشانہ بناتے ہیں۔ ڈاکو انتہائی آرام سے مغویوں کی وڈیو بنا کر وائرل کرتے ہیں۔ ان وڈیو میں مرد، عورتیں اور بچے زنجیروں میں بندھے نظر آتے ہیں۔

ہندو برادری کے لوگوں کا شمار آمدنی کے اعتبار سے معتدل خاندانوں میں ہوتا ہے۔ ان میں سے بیشتر کاروبار کرتے ہیں مگر ان ہندوؤں کی سماجی و سیاسی پوزیشن کمزور ہوتی ہے، یوں یہ ڈاکو آسانی سے انھیں نشانہ بناتے ہیں۔ سندھی اخبارات میں شایع ہونے والی اطلاعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ کندھ کوٹ کے شہریوں کے لیے 28 جون کو عید الاضحی کا دن غم کا دن تھا۔ ضلع کشمور کندھ کوٹ سے اغواء ہونے والے 30 سے زائد افراد بازیاب نہیں ہوسکے تھے۔

اغواء ہونے والے افراد کے لواحقین شکوہ کر رہے ہیں کہ پولیس ڈاکوؤں کے خلاف کارروائی کے بجائے ڈاکوؤں اور ان کے سہولت کاروں کو تحفظ فراہم کر رہی ہے۔ ہندو پنچایت کے رہنماؤں اور سول سوسائٹی کے رہنما سیٹھ نند لال، جہانگیر تقانی، لیاقت خان ملک، ڈاکٹر مہار چند ملی اور منور لال کا مدعا ہے کہ ہم اس ضلع میں غیر محفوظ ہوچکے ہیں۔ آئے دن لوگوں کو اغواء کیا اور لوٹا جاتا ہے۔

ان رہنماؤں کا کہنا ہے کہ ہندو شہری ملک چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ مکیش کمار اور دلیپ کمار کا واضح مؤقف ہے کہ ہم اپنی جنم بھومی کو چھوڑنا نہیں چاہتے لیکن ہمیں مجبور کیا جا رہا ہے۔

اغواء، لوٹ مار اور تشدد برداشت نہیں کیا جاسکتا۔ ان رہنماؤں نے الزام لگایا کیا کہ 100 سے زائد ہندو خاندانوں نے ملک چھوڑنے کے لیے پاسپورٹ آفس میں پاسپورٹ کے اجراء کی درخواستیں جمع کرا دی ہیں۔ یہ سب لوگ پاسپورٹ ملتے ہی اسلام آباد میں بھارتی سفارت خانہ کو ویزا کے حصول کے لیے پاسپورٹ بھجوا دیں گے۔

اغواء ہونے والے افراد نے یکم جولائی کو سندھ کے انسپکٹر جنرل پولیس سے ایس ایس پی آفس میں ملاقات کی۔ ملاقات کے دوران اغواء ہونے والے نوجوان کے والد زار و قطار روپڑے۔ کندھ کوٹ کے پولیس افسران نے مغوی لڑکے کے والد کو یہ کہہ کر دلاسا دیا کہ سب ٹھیک ہوجائے گا۔ مغویوں کے لواحقین اور سول سوسائٹی کے اراکین نے ضلع میں اغواء کی وارداتوں کے خلاف ریلی نکالی، پولیس ہیڈ آفس پر دھرنا دیا گیا۔

سندھ میں کچے کا علاقہ جیکب آباد، کندھ کوٹ، کشمور، شکار پور، لاڑکانہ، سکھر، پنجاب میں رحیم یار خان اور ڈیرہ غازی خان کے وسیع علاقہ پر محیط ہے۔ اس کچے کے علاقہ میں بہت سے قبائل آباد ہیں جن میں تاریخی طور پر ڈاکوؤں کے گروہ بھی شامل ہیں۔ الزام لگایا جاتا ہے کہ ان ڈاکوؤں کے گروہوں کی قومی اور صوبائی اسمبلی کے اراکین کے علاوہ قبائلی سردار اور پولیس کے اہلکار بھی سرپرستی کرتے ہیں۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کی فیکٹ فائنڈنگ کمیٹی نے چند ماہ قبل اپر سندھ کا دورہ کیا۔ اس ٹیم میں حنا جیلانی، اسد بٹ، قاضی خضر حبیب اور سعدیہ بخاری وغیرہ شامل تھے۔ اس ٹیم نے اپر سندھ کے تمام اضلاع میں اقلیتی برادری کے لوگوں کے علاوہ وکلاء، صحافیوں اور سول سوسائٹی کے اراکین سے انٹرویو کیے تھے۔

اس فیکٹ فائنڈنگ کمیٹی کی رپورٹ میں کہا گیا تھا کہ اغواء برائے تاوان اپر سندھ کا سب سے زیادہ منافع بخش کاروبار ہے۔ کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں لکھا تھا کہ گزشتہ سال ایک خام اندازے کے مطابق مغویوں کی رہائی کے لیے 2 بلین روپے کا کاروبار ہوا تھا۔ مقامی صحافیوں کا کہنا ہے کہ رقم مختلف درجوں میں تقسیم ہوتی ہے۔ اس رقم سے مستفید ہونے والوں میں جنگل میں موجود ڈاکوؤں کے علاوہ منتخب اراکین اور قبائلی سردار حتی کہ کراچی کے سرکاری دفاتر کے ٹھنڈے کمروں میں بیٹھے ہوئے عمائدین بھی شامل ہیں۔

ایک صحافی نے کہا کہ امن و امان کی ان علاقوں میں ابتر صورتحال ہے مگر سندھ و قومی اسمبلی اور سینیٹ میں یہ معاملہ کبھی ایجنڈا میں شامل نہیں ہوا۔ جب بھی کوئی مغوی رہا ہوتا ہے تو پولیس افسران یہ بیانیہ اختیار کرتے ہیں کہ پولیس کی کارروائی کی بناء پر مغوی برآمد ہوئے مگر اس واردات میں ملوث کسی ڈاکو کی گرفتاری نہیں ہوتی۔ مغوی کے رشتہ دار یہ راز کھولتے ہیں کہ مغویوں کی رہائی تاوان ادا کر کے ممکن ہوئی۔

تاوان لاکھوں روپے میں ہوتا ہے۔ ایک اخباری خبر سے ظاہر ہوتا ہے کہ شکار پور پولیس نے دعویٰ کیا کہ تین دن کے ٹارگیٹڈ آپریشن کے نتیجہ میں چھ مغویوں کو ڈاکوؤں کی قید سے آزاد کرالیا گیا ہے۔ پولیس نے چند گرفتاریوں کا اعلان کیا اور یہ دعویٰ کیا گیا کہ پولیس ان ڈاکوؤں کے ٹھکانوں کو تلاش کر رہی ہے۔ پولیس والوں کا شکوہ ہے کہ ڈاکو جدید اسلحہ سے لیس ہیں۔

ڈاکوؤں کے پاس اندھیرے میں دیکھنے والے چشمے، اینٹی کرافٹ گن اور دور تک نشانہ لگانے والی امریکی ساختہ بندوقیں بھی ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ امریکی فوج جو اسلحہ افغانستان میں چھوڑ گئی تھی وہ اسلحہ باقاعدگی سے پنجاب اور سندھ کے کچا کے ڈاکوؤں کو مل رہا ہے۔ پولیس کا دعویٰ درست ہے کہ اسلحہ افغانستان سے باقاعدہ آتا ہے اور انتہائی محفوظ طریقہ سے مسلسل ڈاکوؤں میں فراہم کیا جاتا ہے۔

ان حقائق سے ظاہر ہوتا ہے کہ سندھ ہی نہیں بلکہ پنجاب، بلوچستان، خیبر پختونخوا اور اسلام آباد میں بھی اہم عہدوں پر تعینات افسران بالا اس کاروبار کی سرپرستی کرتے ہیں۔ ہندوؤں کی اپنے جنم بھومی چھوڑنے کی ایک بڑی وجہ تو امن و امان کی خراب صورتحال ہے جب کہ دوسری ایک اور وجہ ان کی لڑکیوں کی زبردستی مذہب تبدیلی کا رجحان ہے۔

وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے مسلسل اعلانات کے باوجود جبری مذہب کی تبدیلی کا معاملہ ختم نہیں ہو پا رہا ہے۔ وزراء اور منتخب اراکین انتخابی حکمت عملی یا نامعلوم وجوہات کی بناء پر خاموش ہیں مگر یہ رہنما اس حقیقت کو فراموش کر رہے ہیں کہ اس آگ سے وہ بھی نہیں بچ سکیں گے۔

(بشکریہ ایکسپریس نیوز)

نیشنل کمیشن برائے انسانی حقوق کی خوش آئند ٹویٹ

منور علی شاہد

این سی ایچ آر کی ٹویٹ کے حوالے سے اداروں کو مزید یہ بھی بتانے کی ضرورت ہے کہ تشدد پسند گروہوں کے بہت جلد دباؤ میں آنے کی بجائے ریاست کی رٹ اور قانون کی بالادستی کو یقینی بنانا بھی ان کی اولین ذمہ داری ہے جو بانی پاکستان نے ان کو سونپی ہے۔ اس حوالے سے بانی پاکستان کی وہ تاریخ ساز تقریر راہنمائی کے لئے موجود ہے جس میں قائداعظم نے امن و قیام کی ذمہ داری کو ریاست کا پہلا فرض قرار دیا تھا۔ فرمایا کہ پہلی بات جو میں کہنا چاہوں گا وہ یہ ہے اور بلاشبہ آپ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ ایک حکومت کا پہلا فرض یہ ہوتا ہے کہ وہ امن وامان برقرار رکھے تاکہ مملکت اپنے عوام کی جان و مال اور ان کے مذہبی عقائد کو مکمل تحفظ دے سکے (تقریر 11 اگست 1947۔ پہلی دستور ساز اسمبلی سے بطور قائد ایوان خطاب)

پاکستان کے نیشنل کمیشن برائے انسانی حقوق نے ایک ٹویٹ کے ذریعے احمدیہ جماعت سے تعلق رکھنے والے پاکستانی شہریوں کے خلاف اپنی تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ

Ahmadiyyas are citizens of Pakistan and are entitled to protection by the Govt. Open vandalism against their homes, graveyards and businesses must be stopped by the district administration. No one has the authority to perpetuate violence against any citizen with impunity.

یہ ایک خوش آئند ٹویٹ ہے جس میں نیشنل کمیشن برائے انسانی حقوق نے احمدی پاکستانی شہریوں کے ساتھ حکومتی اداروں کے منفی رویوں کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کے تحفظ کے آئینی حق کو تسلیم کیا ہے۔ دیر آید درست آید، دیکھنا یہ ہے کہ اس پر عمل درآمد کیسے اور کب ہوتا ہے؟ مناسب ہوگا اگر ٹویٹ سے آگے جا کر باقاعدہ نوٹیفیکشن تمام اداروں کو بھیجا جائے تاکہ جملہ امور پر موثر طریق سے عمل درآمد ممکن ہو سکے۔ (یاد رہے کہ نیشنل کمیشن برائے انسانی حقوق (این سی ایچ آر) پارلیمنٹ کے ایک ایکٹ کے تحت قائم ہوا تھا اور ایک خودمختار ادارہ ہے)۔ این سی ایچ آر کی ٹویٹ کے حوالے سے اداروں کو مزید یہ بھی بتانے کی ضرورت ہے کہ تشدد پسند گروہوں کے بہت جلد دباؤ میں آنے کی بجائے ریاست کی رٹ اور قانون کی بالادستی کو یقینی بنانا بھی ان کی اولین ذمہ داری ہے جو بانی پاکستان نے ان کو سونپی ہے۔ اس حوالے سے بانی پاکستان کی وہ تاریخ ساز تقریر راہنمائی کے لئے موجود ہے جس میں قائداعظم نے امن و قیام کی ذمہ داری کو ریاست کا پہلا فرض قرار دیا تھا۔ فرمایا کہ پہلی بات جو میں کہنا چاہوں گا وہ یہ ہے اور بلاشبہ آپ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ ایک حکومت کا پہلا فرض یہ ہوتا ہے کہ وہ امن و امان برقرار رکھے تاکہ مملکت اپنے عوام کی جان و مال اور ان کے مذہبی عقائد کو مکمل تحفظ دے سکے (تقریر 11 اگست 1947۔ پہلی دستور ساز اسمبلی سے بطور قائد ایوان خطاب)۔ ایک کروڑ کے لگ بھگ پاکستانی بیرون ممالک میں مقیم ہیں اور ان کو کہیں بھی مسلسل عدم تحفظ کے مسائل کا سامنا نہیں ہوا۔ تمام جمہوری ممالک کی حکومتیں اپنے ہاں مقیم سبھی شہریوں کو یکساں تحفظ فراہم کرتی ہیں اور آج کے دور کا یونیورسل جمہوری اصول اور قانون بھی یہی ہے لیکن بدقسمتی سے پاکستان میں ایسا نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر کی جمہوری حکومتیں اور انسانی حقوق کے ادارے پاکستان کے اندر ایسی خبروں کو تشویش اور فکر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہ حقیقت بھی مسلمہ ہے کہ اس جماعت سے تعلق رکھنے والی متعدد عالمی شخصیات نے اپنی اہلیت و قابلیت کی بدولت ایسی شہرت حاصل کر رکھی ہے کہ آج تک کسی اور پاکستانی کو نہیں مل ہو سکی۔ پاکستان کے اندر اگر تمام شہریوں کو یکساں تحفظ دیا جائے تو اس کا سب سے زیادہ فائدہ خود پاکستان کو ہوگا۔ پاکستان کے ارباب اقتدار کو موجودہ ملکی سیاسی و معاشی حالات اور پڑوسی ممالک کی تیز رفتار ترقی کو دیکھتے ہوئے فکرمندی سے سوچنا ہوگا کہ پاکستان کے اندر یونہی کب تک ہوتا رہے گا؟ آج کا دور معاشی و اقتصادی برتری کا دور ہے۔ اس قسم کی جانبداری سے نہ ماضی میں کوئی مثبت نتیجہ نکلا اور نہ مستقبل میں کوئی فائدہ پہنچے گا۔ اندرونی استحکام کے لئے ریاست کی رٹ کو یقینی بنانا ہی ہوگا۔

نیشنل کمیشن کی ٹویٹ سے مزید یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ کمیشن نے بالآخر اس حقیقت کو تسلیم کر لیا ہے کہ حکومتی ضلعی ادارے احمدی شہریوں کو وہ تحفظ فراہم نہیں کر رہے جو ان کا آئینی و قانونی حق ہے۔ یہ سمجھنا غلط نہ ہوگا کہ یہ ٹویٹ آئین کے آرٹیکل 20 کی طرف توجہ دلاتی ہے جس میں تمام پاکستانی شہریوں کی مذہبی آزادی دینے کا لکھا ہوا ہے۔ ہمارے ہاں قانون پر عمل درآمد کی حالت تو ویسے ہی انتہائی ناگفتہ بہ ہو چکی ہے اگر کوئی اقلیتی فرد خاص طور پر احمدی جماعت سے تعلق رکھنے والا کوئی شہری کسی جھوٹے مذہبی مقدمے کی زد میں آ جائے تو اس کی قانونی کارروائی اور تحفظ دونوں ہی خطرے میں گھر جاتے ہیں۔

اسی طرح کی ایک نئی لہر چند ہفتے قبل عیدالاضحیٰ کے موقع پر دیکھنے میں آئی جب عیدالاضحیٰ کے موقع پر پاکستان بھر میں احمدیوں کو مخالفین کے دباؤ پر نہ صرف ہراساں کیا گیا بلکہ مقدمات درج کیے گئے اور گرفتاریاں کی گئیں اور ملکی و عالمی ذرائع ابلاغ اور پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے ان کارروائیوں پر شدید ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے ان کارروائیوں کو دور حاضر کے تقاضوں اور عدل کے منافی قرار دیا ہے کیونکہ پولیس نے چار دیواری کے تقدس کو روندتے ہوئے غیر قانونی کارروائیاں کی ہیں جو بلاشبہ ایک سوالیہ نشان ہیں۔ ذرائع ابلاغ کی خبروں کے مطابق مختلف اضلاع میں 13 احمدیوں کے خلاف 6 مقدمات درج کیے گئے اور 7 احمدیوں کو گرفتار کیا گیا۔ 10 قربانی کے جانوروں کو پولیس زبردستی ساتھ لے گئی۔ 5 احمدی گھروں کی پولیس نے غیر قانونی طریقے سے تلاشی لی اور گھروں سے گوشت اٹھا کر لے گئی۔ 11 مقامات پر احمدیوں کو ہراساں کیا اور جبر کے ساتھ 28 شورٹی بانڈز احمدیوں سے لئے گئے۔ انسانی حقوق کی رپورٹس اور دیگر خبروں سے پتہ چلتا ہے کہ انہی شقوں کی آڑ میں ایسی ایسی حرکتیں کی جاتی ہیں جو توہین عدالت کے زمرے میں آتی ہیں لیکن ان کا مناسب نوٹس نہیں لیا جاتا۔ مثال کے طور پر عدالتوں میں زیر سماعت مقدمات کے مواقع پر کمرہ عدالت کے باہر کارکنوں کو اکٹھا کر کے نعرے بازی کر کے جج پر دباؤ ڈالا جاتا ہے تاکہ مقدمہ کو طول ملے اور بغیر عدالتی کارروائی کے جیلوں میں رہیں۔ اسی طرح پولیس اہلکاروں کو بھی دباؤ میں رکھا جاتا ہے۔ اب ایسی کارروائیوں کو کون سا مذہب، کون سا قانون جائز قرار دے گا؟ لیکن یہ سلسلہ دہائیوں سے جاری ہے۔ اس کی وجہ وہی ہے جس کا ذکر نیشنل کمیشن برائے انسانی حقوق کی ٹویٹ میں کیا گیا ہے۔

(بشکریہ ہم سب)

آبادگاروں کا احتجاج

عمرکوٹ تحصیل پتھورو کے علاقے غلام نبی شاہ شہر میں بیوپاریوں کی طرف سے کپاس کا کم دام دینے کے خلاف 05 جولائی کو آبادگاروں نے کھپرو، عمرکوٹ کے مقام پر دھرنا دے کر سڑک بلاک کردی۔ اُس موقع پر آبادگاروں خان محمد، نظیر احمد سمیجو، سید علی، شیر شاہ، جان محمد مری، انور راجر واحد بخش مری، ڈولیو مری، امام بخش ہنگورجو اور دیگر نے کہا کہ غلام نبی شاہ میں پیڑی مالکان نے من مانی کرتے ہوئے کپاس کا دام 8500 روپے فی من سے کم کر کے 6 ہزار روپے سے 6200 روپے کر کے اُس کے ساتھ ساتھ ایک من پر دو کلو کٹوتی بھی غیر قانونی طور پر مقرر کردی ہے۔ جو کہ آبادگاروں کے ساتھ سراسر ناانصافی ہے۔ آبادگاروں نے ڈی سی عمرکوٹ سے نوٹس لیکر سرکاری مقرر کردہ وام پر عمل کرانے اور غیر قانونی کٹوتی ختم کرانے کا مطالبہ کیا۔ میں سڑک پر تقریباً تین گھنٹے تک دھرنے کے باعث ٹریفک کی آمد رفت بھی معطل ہوگئی۔ بعد میں مختیار کار پتھورو نے جائے دھرنہ پہنچ کر آبادگاروں سے مذاکرات کر کے دھرنا ختم کرایا۔

(نامہ نگار)

امن وامان کی بگڑتی صورت حال

خیبر وادی تیراہ میں گزشتہ کئی مہینوں سے امن وامان کی بگڑتی ہوئی صورتحال اور شدت پسند تنظیموں کی طرف سے مسلح کاروائیوں، اغواء اور قتل و غارت میں اضافہ کے پیش نظر برقمبر خیل مشران کی کال پر برباغ کے مقام پر ایک گرینڈ جرگہ منعقد کیا گیا جس میں مشران وکشران کی کثیر تعداد شریک ہوئی۔ جرگہ سے خطاب کرتے ہوئے قومی مشران حاجی ظاہر شاہ آفریدی، حاجی گل آفریدی اور حاجی محمد آفریدی نے ریاستی اداروں سے مطالبہ کیا کہ وادی تیراہ میں امن وامان کا قیام ریاست کی ذمہ داری ہے۔ ایک طرف علاقے میں فورسز کی موجودگی میں مسلح شدت پسند تنظیموں کی مسلح کاروائیوں کی وجہ سے قتل وغارت اور اغواء کی وارداتوں میں اضافہ ہوا ہے جس کی وجہ سے عوام عدم تحفظ کا شکار ہو چکے ہیں تو دوسری طرف فورسز شر پسندوں کی مسلح کاروائیوں کی روک تھام کی بجائے پرامن شہریوں کے گھروں پر سرچ آپریشن کے بہانے چھاپے مار رہی ہیں اور بے گناہ لوگوں کو اٹھا کر انہیں اذیت دے رہی ہیں جس کی وہ بھرپور مذمت کرتے ہیں اور مطالبہ کرتے ہیں کہ ریاستی ادارے فوری طور پر امن وامان کی بحالی کے لیے عملی اقدامات اٹھائیں اور مسلح شدت پسندوں سے عوام کو نجات دلائیں۔

(منظور آفریدی)

قبائلی تنازعات بلوچستان کی ترقی میں بڑی رکاوٹ

نوشکی بلوچستان کی ترقی اور خوشحالی میں دیگر رکاوٹوں کے علاوہ قبائلی تنازعات بھی سب سے بڑی وجہ ہے۔ اگر بلوچ قوم قبائلی تنازعات کے بجائے بلوچستان کے ساتھ ہونے والے ظلم وزیادتیوں اور ناانصافیوں کے خلاف ایک پلیٹ فارم پر متحد ہو کر جدوجہد کریں اور آواز اٹھائیں تو بلوچستان میں صورت حال مختلف ہوسکتی تھی۔ قدرتی وسائل سے مالامال، طویل ساحلی پٹی پر مشتمل اور جغرافیائی اعتبار سے اہم خطہ دو برادر اسلامی ممالک کے سنگم پر واقع رقبے کے اعتبار سے پاکستان کے 45 فی صد رقبے پر محیط اٹیمی دھماکوں کی سرزمین، صحرائی ریگستان، ریکوڈک سینڈک پروجیکٹ اور اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں سے مالا مال خطے کے باشندے 21 ویں صدی میں بھی پستی اور پسماندگی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ وفاق کے ظلم اور زیادتیاں اپنی جگہ لیکن دوسری جانب بلوچستان سے منتخب کیے جانے والے عوامی نمائندوں نے بھی عوامی اور اجتماعی مسائل کے بجائے اپنے ذاتی مفادات کو ترجیح دی جس کی وجہ سے بلوچستان کے عوام 21 صدی میں بھی آب نوشی جیسی بنیادی سہولت کے حصول کے لیے پریشان ہیں۔ بھاگ واٹر سپلائی اسکیم کی مثال آپ کے سامنے ہے۔ گزشتہ دنوں وڈھ کی مخدوش صورت حال کی وجہ سے پاکستان اور بالخصوص بلوچستان کے عوام کی نگاہیں وڈھ پر مرکوز رہیں۔ دونوں جانب مورچہ بندی اور فائرنگ کے واقعات سے بڑی پریشانی لاحق تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل کرم اور عوام کی دعاؤں او بالخصوص چیف آف سراوان نواب محمد اسلم خان رئیسانی، نوابزادہ لشکری خان رئیسانی اور انکے وفد میں شامل قبائلی عمائدین نے خلوصِ نیت اور خیر سگالی کے جذبے سے وڈھ جا کر دونوں فریقین سے مذاکرات کر کے فائر بندی کر کے مسئلہ خوش اسلوبی سے حل کیا اور یوں بلوچستان کو ایک بڑے خون خرابے سے بچا کر بلوچستان کے عوام پر ایک بہت بڑا احسان کیا۔ نواب محمد اسلم خان رئیسانی کے اس فیصلے کو تاریخ میں سنہرے حروف میں لکھا جائے گا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے بلوچستان کے قبائلی تنازعات بلوچستان کے قبائلی عمائدین ہی حل کرا سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں کمشنر قلات ڈویژن محمد داؤد خان خلجی، ڈپٹی کمشنر خضدار ریٹائرڈ کیپٹن جمیل احمد رند اور ڈی پی او فہد کھوسہ نے بھی مثبت انتظامی کردار ادا کیا جو قابل تحسین ہے۔ نوشکی میں بھی گزشتہ چار سالوں سے جمالدینی قبائل کے دو ذیلی گروہوں میں قبائلی تنازعہ کی وجہ سے دونوں فریقین کی ایک درجن سے زائد قیمتی جانوں کا ضیاع ہوا اور درجنوں افراد زخمی ہوئے ہیں اور کلی جمال دینی میں کئی مرتبہ دونوں فریقین کے مابین فائرنگ کے تبادلے سے کلی کے باشندے پریشان ہیں اور خوف وہراس کی وجہ سے ذہنی مریض بن رہے ہیں۔ نوشکی میں دیگر قبائلی تنازعات کی وجہ سے بھی وہاں کشیدگی پائی جاتی ہے۔ نواب محمد اسلم خان رئیسانی نے جس خلوص اور نیک نیتی کے جذبے سے وڈھ میں خون خرابہ ختم کر کے بلوچستان کے عوام کو وڈھ میں امن کے قیام کی نوید سنائی ہم امید رکھتے ہے کہ وہ اور دیگر قبائلی عمائدین اپنی پہلی فرصت میں اسی جذبے اور لگن سے نوشکی آ کر نوشکی کے قبائلی تنازعات کے خاتمے کے لیے کردار ادا کرتے ہوئے نوشکی کو امن کا گہوارہ بنائیں گے اور اس مقصد کے حصول کے لیے تمام فریقین کو اپنا کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ بلوچستان بھر کے قبائلی تنازعات کے خاتمے کے لیے بلوچ وپشتون قبائلی عمائدین، علماء اکرام، سادات برادری اور دیگر بااثر شخصیات پر مشتمل کمیٹی تشکیل دے کر بلوچستان کے تمام قبائلی تنازعات کے خاتمے کے لیے اپنی کاوشوں کا آغاز کریں تو اس کے مثبت اور دور رس نتائج سامنے آسکتے ہیں اور بلوچستان کو امن کا گہوارہ بنا کر ترقی اور خوشحالی کی راہ پر گامزن کیا جا سکتا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بلوچستان کو امن کا گہوارہ بنا کر روایتی بھائی چارے، امن کے فروغ اور خوبصورت گلدستہ کی شکل دے جس میں ہم سب کی بقا اور روشن مستقبل پوشیدہ ہے۔

(محمد سعید بلوچ)

سیلاب کی تباہ کاریاں اور متاثرین امداد کے منتظر

بولان، خاران بولان کو سندھ اور پنجاب سے ملانے والی قومی شاہراہ ایک بار پھر بند ہوگئی ہے۔ پنجرہ پل کے مقام پر عارضی راستہ ایک بار پھر سیلابی پانی کی نذر ہو گیا ہے۔ عارضی راستہ پانچ روز بند ہونے کے بعد چند گھنٹوں کے لیے کھل گیا تھا جسے دوبارہ سیلابی ریلہ بہا کر لے گیا۔ قومی شاہراہ کی بندش سے عوام شدید مشکلات سے دوچار ہیں۔ 25 جولائی 2023 کو خاران میں بارشوں اور سیلابی پانی سے شہر کے مختلف علاقوں میں دو ہزار کے قریب گھروں کو مکمل طور نقصان پہنچا جس کی وجہ سے ہزاروں افراد بے گھر ہو گئے جو تا حال خیمے لگا کر گزر بسر کر رہے ہیں۔ اس وقت ان علاقوں میں جو سب سے اہم مسلہ درپیش ہے وہ لیٹرین اور صفائی کے نظام کی عدم موجودگی ہے۔ بچے، بوڑھے اور پردہ دار خواتین کو اس ماحول میں کافی دشواری کا سامنا ہے۔ خاران کے تمام سیاسی رہنماؤں نے پی ڈی ایم اے سے اپیل کی کہ خاران کو آفت زدہ قرار دے کر غیر سرکاری فلاحی تنظیموں کو کام کرنے کی اجازت دی جائے تا کہ سیلاب متاثرین کے لئے ہنگامی حالات میں حفظان صحت کے نظام کو بحال کرنے ساتھ ساتھ گھروں کی تعمیر بھی ممکن ہو سکے۔ 31 جولائی کو پی ڈی ایم اے کی طرف سے ایک خط جاری ہوا جس میں کہا گیا کہ غیر سرکاری فلاحی تنظیموں کو سیلاب زدہ علاقوں میں سیلاب متاثرین کی امداد کے لیے کام کرنے کی اجازت ہے لیکن پھر چند لمحوں کے بعد اس خط کو واپس لے لیا گیا جو کہ سمجھ سے بالاتر ہے اور اس سے متاثرین کی مشکلات بڑھیں گی۔

(سلطان صاحب، سفر خان راسکوئی)

قبرستان پر قبضے کے خلاف احتجاج

عمرکوٹ 12 جولائی کو تحصیل وضلع عمرکوٹ کے گوٹھ لاکھیاں کی بھیل برادری کے قبرستان پر قبضے کے خلاف بھیل برادری کے افراد نے ڈپٹی کمشنر عمرکوٹ کے دفتر کے سامنے ٹائر جلا کر روڈ بلاک کر کے دھرنا دیا۔ اس موقع پر عارب، چھتوں، روپ اور دیگر نے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ وہ سینکڑوں برسوں سے لاکھیاں میں رہائش پذیر ہیں۔ ہمارے آبائی قبرستان کی زمین پر سمیجا برادری کے بااثر افراد نے قبضہ کرلیا ہے۔ ہائی کورٹ بھی ہمارے حق میں فیصلہ دے چکی ہے۔ اُس کے باوجود بھی بااثر افراد قبرستان پر ٹریکٹر سے کھدائی کروا رہے ہیں۔ اسسٹنٹ کمشنر اور ڈی ایس پی عمر کوٹ نے متاثرین کے پاس جا کر کہا ان سے مذاکرات کیے اور یقین دہانی کرائی کہ وہ متعلقہ اراضی دیکھ کر معاملہ حل کرائیں گے۔

(نامہ نگار)

وڈھ کی مخدوش صورتحال کے خلاف احتجاج

نوشکی وڈھ کی مخدوش صورتحال اور حکومت کی جانب سے ڈیتھ اسکواڈ کی مبینہ سرپرستی کے خلاف بلوچستان نیشنل پارٹی (بی این پی) کی کال پر 3 جولائی کو بلوچستان بھر میں پہیہ جام ہڑتال ہوئی۔ 8 جولائی کو بلوچستان بھر میں احتجاجی ریلیاں اور مظاہرے کیے گئے۔ 14 جولائی کو بلوچستان بھر میں شٹر ڈاؤن ہڑتال کی گئی۔ 8 جولائی کو نوشکی میں بی این پی کے ضلعی صدر میر بہادر خان مینگل کی قیادت میں بی این پی کے ضلعی سیکریٹریٹ سے احتجاجی ریلی نکالی گئی جس میں ہندو برادری سمیت ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ احتجاجی ریلی شہر کی مختلف شاہراہوں سے گزرتی ہوئی ضلعی سیکریٹریٹ کے سامنے احتجاجی مظاہرے کی شکل اختیار کر گئی۔ احتجاجی مظاہرہ سے بی این پی کے رہنما میر صادق علی جمالدینی اور محمد رمضان بلوچ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ "بی این پی جمہوری انداز میں بلوچستان کے عوام اور دیگر محکوم اقوام کے خلاف ہونے والے ظلم اور زیادتیوں کے خلاف جمہوری انداز میں آواز بلند کر رہی ہے جو مقتدر قوتوں کو راس نہیں آ رہی اور وہ جمہوری انداز میں حقوق کے حصول کے لیے آواز بلند کرنے والوں کو ڈیتھ اسکوارڈ کے ذریعے مرغوب کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ بلوچستان میں گزشتہ 75 سالوں سے غیر جمہوری ہتھکنڈوں کے ذریعے قوم پرست جماعتوں کے خلاف ظلم اور زیادتیوں کی طویل داستان ہے۔ مقررین نے کہا کہ ایسے منفی ہتھکنڈوں سے بی این پی کو کسی صورت بھی مرغوب نہیں کیا جا سکتا۔" ڈیتھ اسکوارڈ کے ذریعے بلوچستان کے پرامن ماحول کو پراگندہ کیا جا رہا ہے لیکن ہم جمہوریت پر یقین رکھتے ہیں اور جمہوری انداز میں اپنے حقوق کے حصول سے کسی طرح بھی دستبردار نہیں ہوں گے۔ بلوچستان کے عوام نے بی این پی کی کال پر جس طرح ہمیں پزیرائی دی ہے اسے ڈیتھ اسکواڈ اور ان کی سرپرستی کرنے والوں کی نیندیں حرام ہوگئی ہیں"۔

(محمد سعید)

فائرنگ سے 7 افراد جاں بحق

پاراچنار ضلع کرم کے مختلف علاقوں میں فائرنگ کا سلسلہ جاری ہے۔ جھڑپوں میں جاں بحق افراد کی تعداد 7 ہوگئی ہے جبکہ 38 افراد زخمی ہیں۔ کچھ روز قبل پاراچنار کے نواحی علاقے بوشہرہ ڈنڈر میں فریقین کے مابین شاملاتی اراضی کے تنازعے پر فائرنگ کا سلسلہ شروع ہوا جو دوسرے روز قبائلی عمائدین، ضلعی انتظامیہ اور فورسز کی کوششوں سے بند ہوگیا جبکہ پیواڑ اور بالش خیل پر کچھ شرپسندوں نے میزائل اور راکٹوں سے حملے کیے جس کے بعد وہاں پر بھی فائرنگ کا تبادلہ شروع ہوا جو کہ تاحال جاری ہے۔ تازہ ترین فائرنگ کے واقعات میں تری مینگل میں ایک شخص جاں بحق جبکہ تین زخمی ہوگئے جبکہ پیواڑ میں تین افراد زخمی اور بالش خیل اور خارکلی کے علاقوں میں ایک شخص جاں بحق جبکہ دو افراد زخمی ہوگئے جس کے باعث تین روزہ جھڑپوں میں جاں بحق افراد کی تعداد 7 اور زخمیوں کی تعداد 38 ہوگئی ہے۔ ڈپٹی کمشنر کرم سید سیف الاسلام اور ڈسٹرکٹ پولیس آفیسر محمد عمران کا کہنا ہے کہ علاقے میں مکمل فائر بندی اور قیام امن کے لیے قبائلی عمائدین کے ساتھ ملکر ضلعی انتظامیہ اور فورسز کی جانب سے کوششیں جاری ہیں اور جہاں جہاں فائرنگ ہو رہی ہے وہاں پر فائر بندی کیلئے اقدامات اٹھائے جا رہے ہیں۔ دوسری جانب سماجی رہنماؤں میر افضل خان اور تیمور بنگش کا کہنا ہے کہ بوشہرہ میں جائیداد کے تنازعے پر فائرنگ کے واقعے کے بعد پیواڑ اور بالش خیل کے علاقوں تک جھڑپیں پھیلانے والوں کے خلاف فوری کارروائی کی جائے ورنہ علاقے میں ایک بار پھر بڑی بدامنی کا ماحول جنم لے سکتا ہے۔ اپر کرم کے علاقے بغکی اور پاڑہ چمکنی میں قبائل کے مابین جھڑپیں شروع ہونے کی اطلاعات بھی موصول ہوئی ہیں۔ جبکہ ضلع کرم میں کشیدہ حالات کے پیش نظر انٹرنیٹ سروس بند کردی گئی ہے۔

(محمد حسن)

کالج میں تعلیم کی سہولیات میسر کی جائیں

خیبر پچھلے کئی سالوں سے اپنے کالج کے مسائل کے حل کیلئے ہر متعلقہ دفتر جا رہے ہیں لیکن ہمارے کالج کے مسائل حل نہ ہو سکے۔ کالج میں پرنسپل نہیں، لیبارٹری نہیں، لیکچرر سٹاف نہیں، سپورٹس سامان سمیت ٹرانسپورٹ بلکہ تمام تر سہولیات سے محروم گورنمنٹ کوہی شیر حیدر کالج کے طلباء مجبور ہو کر کئی دفعہ احتجاج پر مجبور ہوگئے۔ اب مسائل کے حل کیلئے ہم ہر آئینی و قانونی آپشن استعمال کریں گے ہم برائے نام کالج آتے جاتے ہیں، جہاں پر طلباء کیلئے کوئی سہولت نہیں ہیں۔ انہوں نے ڈپٹی چیرمین سینیٹ اور حال ہی میں مستعفی ہونے والے نمائندوں کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا کہ انہوں نے طلباء کے مسائل حل کے حوالے سے کچھ نہیں کیا ہے جو افسوسناک ہے یہاں کالجوں میں ہمارے مسائل بڑھ گئے ہیں انکے حل کا پرزور مطالبہ کرتے ہیں۔

(مسعود شاہ)

تنخواہوں کی عدم ادائیگی کے خلاف ہڑتال

حیدرآباد بلدیہ اعلیٰ حیدرآباد کے تعلقہ لطیف آباد میں صفائی سمیت مختلف شعبوں میں تعینات کنٹریکٹ ملازمین نے دو ماہ کی تنخواہیں نہ ملنے پر کام چھوڑ ہڑتال کی جس پر ڈائریکٹر سینیٹیشن علی رضا کھیڑو نے لطیف آباد ٹاؤن میونسپل کارپوریشن لطیف آباد نمبر 9 سے متصل اسکاؤٹس گراؤنڈ میں احتجاج کرنے والے ملازمین کو بلوا کر ان سے ملاقات کی۔ ملازمین بلدیاتی افسران کی آمد سے پہلے دفتر کے سبزہ زار میں جمع ہو کر تنخواہوں کی ادائیگی کا مطالبہ کرتے رہے۔ بعدازاں ڈائریکٹر سینیٹیشن نے ان سے ملاقات کی اور انہیں اپنے کام کی جگہ پہنچنے کی ہدایت بھی کی۔ اس موقع پر ملازمین کا کہنا تھا کہ انہیں جون 2023 تک کی 3 ماہ کی تنخواہیں بھی نہیں دی گئیں۔ انہیں بار بار پیغام دیا جا رہا ہے کہ نہ تنخواہیں ملیں گی اور نہ ہی کنٹریکٹ میں توسیع ہوگی۔ اس کے باوجود انھوں نے آدھا مہینہ تنخواہوں کے انتظار میں کام کرتے ہوئے گزار دیا ہے۔ ملاقات بے نتیجہ رہی۔ بلدیاتی افسران کا کہنا ہے کہ ملازمین آج پیر کو ڈیوٹی کریں گے جبکہ ملاقات کے لیے آنے والے اکثر ملازمین یہ کہہ کر لوٹ گئے کہ "انہیں تنخواہ ملے گی تو تب ہی ڈیوٹی کریں گے اور اس کے ساتھ ساتھ انہیں کنٹریکٹ کی توسیع کا نیا لیٹر دیا جائے۔" واضح رہے کہ لطیف آباد میں پانچ سو سے زائد کنٹریکٹ ملازمین عرصہ دراز سے کام کر رہے ہیں جنہیں مختلف ادوار میں بھرتی کیا گیا تھا۔

(بوٹا امتیاز)

شاہراہ کی توسیع کا منصوبہ مکمل کیا جائے

نوشکی سریاب روڈ توسیعی منصوبہ سفید ہاتھی کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ اگر اسی طرح منصوبے پر کچھوے کی رفتار سے کام کا سلسلہ جاری رہا تو یہ منصوبہ 21ویں صدی میں پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا۔ اہم شاہراہ پر واقع سریاب روڈ توسیعی منصوبے میں تاخیر کے علاوہ سریاب سمیت پورے بلوچستان کے عوام کو مشکلات، مصائب اور وقت کے ضیاع کا سامنا ہے۔ مٹی اور گرد اڑنے سے سریاب کے باشندے مختلف امراض کا شکار ہو رہے ہیں۔ ٹریفک جام ہونا روز کا معمول بن چکا ہے۔ تین سال کا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود بھی تین سے چار کلومیٹر سڑک کا توسیعی منصوبہ حکومت کی عدم توجہی کے باعث مکمل نہیں ہو سکا۔ طویل عرصہ گزرنے کے باوجود بھی باپ پارٹی اور اس کی اتحادی جماعتوں نے بلوچستان کے عوام کو مایوسی کے سوا کچھ نہیں دیا۔ اب چند دنوں میں اسمبلیاں اپنی مدت پوری کر رہی ہیں۔ ترقیاتی منصوبوں کی تاخیر سے جہاں عوام کو تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے تو دوسری جانب مہنگائی کی وجہ سے ساز و سامان کی قیمتوں اور اجرت میں اضافے کی وجہ سے منصوبوں کی لاگت میں کئی گنا اضافے سے قومی دولت کا ضیاع بھی ہوتا ہے۔ نوشکی میں 50 بستروں پر مشتمل اسپتال، اسپورٹس کمپلیکس، زرعی اسکوائر، مارکیٹ، خیصار ڈیم، سپورٹس ہال اور جمالدینی لنک روڈ بائی پاس کے منصوبے برسوں سے ادھورے ہیں، ان کی تکمیل بھی یقینی بنائی جائے۔

(محمد سعید)

والد کی جان لے لی

سانگھڑ سانگھڑ شہر کی رانا راجپوت کالونی می 27 سالہ کامران شاہ نے گھریلو تنازعہ پر اپنے 60 سالہ والد ڈاکٹر عبدالصمد شاہ کو گولیاں مار قتل کر دیا۔ اہل محلہ کے مطابق ملزم نے پہلے اپنے بھائی کو بھی مارنے کی کوشش تاہم اس نے بھاگ کر جان بچائی۔ سانگھڑ پولیس نے نعش تحویل میں لے کر سول ہسپتال پہنچائی۔ پوسٹ مارٹم کے بعد نعش ورثا کے حوالے کر دی گئی۔ پولیس کے مطابق کچھ عرصہ پہلے باپ نے بیٹے سے لاتعلقی ظاہر کر دی تھی۔ وقوعہ کے روز وہ بظاہر باپ سے معافی مانگنے اور اپنی دوسری شادی کی اجازت لینے آیا مگر کسی بات پر جھگڑا ہو گیا جس پر اس نے پہلے بھائی پر گولیاں چلانے کی کوشش کی بھائی نے پڑوسی کے گھر گھس کر جان بچائی تو بعد میں ملزم باپ کو گولیاں مار کر فرار ہو گیا۔ ایس ایچ او نے بتایا کہ کسی گھریلو تنازعہ پر جھگڑا ہوا تھا۔ ملزم با کی گرفتاری جلد عمل میں لائی جائے گی۔

(ابراہیم خلجی)

لڑکی کا مبینہ اغواء

ٹنڈو محمد خان اطلاعات کے مطابق، بعض کار سوار مسلح افراد ٹنڈو محمد خان کی تحصیل ٹنڈو غلام حیدر کے نواحی گاؤں نظر پور کے میگھواڑ محلہ میں مزدور پریم کمار میگھواڑ کے گھر میں داخل ہو کر نوجوان لڑکی شریمتی شاہ کو اغوا کر کے فرار ہو گئے۔ مغویہ شریمتی کے ورثاء نے احتجاج کرتے ہوئے کہا کہ لڑکی شاہ کی عمر 13 سال ہے اور مسلح افراد اس کو اغوا کر کے لے گئے ہیں۔ اقلیتی برادری نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ معاملے کا فوری طور نوٹس لے کر لڑکی کو بازیاب کرایا جائے۔ تاحال مقدمہ درج نہیں کیا گیا ہے۔ ورثاء کا مطالبہ ہے کہ مقدمہ کا اندراج کیا جائے اور جلد از جلد ہماری بیٹی کو بازیاب کرا کے ملزمان کو سزا دی جائے۔

(محمد رمضان شورو)

لکپاس چیک پوسٹ پر مسافروں کو مشکلات کا سامنا

نوشکی کوئٹہ تا کراچی، کوئٹہ تا تفتان شاہراہ پر لکپاس ٹنل سے متصل ایف سی کی چیک پوسٹ پر گاڑیوں کی چیکنگ کی وجہ سے اکثر ٹریفک جام ہونے کے باعث مسافروں بالخصوص مریضوں، خواتین اور بچوں کو مشکلات اور وقت کے ضیاع سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ لکپاس ایف سی چیک پوسٹ لکپاس ٹنل سے متصل ہے۔ مستونگ، منگوچر قلات، سوراب، خضدار، وڈھ، لس بیلہ، اوتھل، حب چوکی، نوشکی، کردگاپ، احمد وال مل ریکو دالبندین، مچھ، چاغی، نوکنڈی، تفتان، ماشکیل ریکوڈک اور خاران کی ٹریفک اسی چیک پوسٹ سے گذرتی ہے۔ زائرین اور سیاح اس چیک پوسٹ سے گزرتے ہیں۔ چیکنگ میں تاخیر کی وجہ سے ٹریفک جام ہونے کے باعث ٹنل میں گاڑیاں پھنس جاتی ہیں جس کے باعث گھنٹوں تک ٹریفک جام رہتی ہے۔ چیک پوسٹ کے قریب مسافروں کی سہولت کے لیے کوئی ہوٹل وغیرہ بھی نہیں ہے۔ یہ چیک پوسٹ پہاڑی علاقے میں ہے۔ اسے ٹنل کے دوسری جانب میدانی علاقے میں منتقل کیا جائے۔ لکپاس ٹنل سے 6 کلومیٹر کے فاصلے پر میاں غنڈی چیک پوسٹ واقع ہے۔ چیک پوسٹوں میں کمی سے مسافروں کے لیے آسانیاں پیدا ہوں گی اور ان کے وقت کی بچت بھی ہوگی۔ مسافروں کے مشکلات اور وقت کے ضیاع کو مدنظر رکھتے ہوئے صوبائی حکومت لکپاس ٹنل چیک پوسٹ کسی اور جگہ منتقل کرنے کے لیے فوری اقدامات کرے۔

(محمد سعید)

قیام امن کے لیے امن مارچ

خیبر ضلع خیبر میں تحصیل باڑہ سیاسی اتحاد کے زیراہتمام باڑہ تا تیراہ میدان ایک سو کلومیٹر تک آمن مارچ اور تیراہ میدان پہنچ کر جلسہ کیا گیا۔ مارچ اور امن جلسہ میں باڑہ سیاسی اتحاد کی سیاسی جماعتوں، علاقائی سماجی تنظیموں اور قومی مشرانوں سمیت ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ جلسے میں مقررین نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قبائلی ضلع خیبر بالخصوص تحصیل باڑہ میں گزشتہ عرصے سے بدآمنی کو کنٹرول کرنے میں حکومتی ادارے مکمل طور پر ناکام ہیں۔ انہوں نے کہا کہ باڑہ میں گزشتہ عرصہ دراز سے بدآمنی کی وجہ سے قیمتی جانوں کے نقصان کے علاوہ مکین اپنے مکانات، مارکیٹوں، سکولز، اسپتالوں اور املاک سمیت کئی چیزوں سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ باڑہ میں مزید بدامنی برداشت نہیں کی جائے گی اور جو لوگ بھی بدامنی پھیلانے میں کردار ادا کر رہے ہیں ان کو پیغام دیتے ہیں کہ اب مزید قتل و غارت نہیں چلے گی۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ باڑہ و تیراہ میں بدامنی کو کنٹرول کریں بصورت دیگر یہ آگ پشاور اور خیبر پختونخوا کے دیگر اضلاع میں پھیل جائے گی۔ مقررین نے کہا کہ امن کی بحالی تک وہ آئین کے اندر رہتے ہوئے ہر طرح کی مزاحمت کریں گے اور اگلی بار خیبر پختونخوا کے صوبائی دارالحکومت اور بعدازاں اسلام آباد تک اپنی احتجاجی مظاہرے بڑھائیں گے۔

(مسعود شاہ)

تعلیم

سکول کو عملی طور پر اپ گریڈ کیا جائے

خیبر تحصیل باڑہ ضلع خیبر میں گورنمنٹ گرلز پرائمری سکول حاجی عجب خان کلے شلوبر کی پرائمری سے مڈل کی اپگریڈیشن کی منظوری 2016 میں ہوئی۔ 2019 میں عمارت بھی مکمل ہو چکی ہے مگر اسے عملی طور پر مڈل اسکول کا درجہ نہیں دیا گیا۔ مقامی لوگوں نے کئی بار متعلقہ دفاتر کا چکر لگایا اور تمام متعلقہ حکام کو درخواستیں جمع کروائیں مگر ابھی تک اس اہم مسئلے کا نوٹس نہیں لیا گیا۔ ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ معاملہ سرد خانے کی نظر ہو گیا ہے۔ قبیلہ شلوبر میں ایک طرف آبادی بڑھ رہی ہے تو دوسری طرف 85 ہزار آبادی پر مشتمل قبیلے میں 2 سکولز بھی مڈل کا درجہ نہیں رکھتے جس کی وجہ سے بہت سے طالبعلم تعلیم سے محروم ہو رہے ہیں اگر حکام نے معاملے کو سنجیدہ نہ لیا تو بچوں کے لیے تعلیم کا حصول خواب ہی رہ جائے گا۔

(مسعود شاہ)

غیرت کے نام پر دوہرے قتل کا واقعہ

میانوالی قاسم نامی شخص نے اپنی سگی بہن ناہید دختر ثناء اللہ اور عثمان ولد محمد جان لکی مروت کو غیرت کے نام پر قتل کر دیا۔ ملزم فرار پولیس کرائم یونٹ اور فرانزک ٹیموں کے ذریعے شواہد اکھٹے کیے جا رہے ہیں۔ مقتولین کی نعشوں کو پوسٹ مارٹم کیلئے ڈی ایچ کیو ہسپتال منتقل کر دیا گیا، مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کر دی گئی تھی۔ (محمد رفیق)

اسلامیہ یونیورسٹی کے محافظ ہی غیر اخلاقی سرگرمیوں میں ملوث

بہاولپور اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے محافظ ہی غیر اخلاقی سرگرمیوں میں ملوث (بہاولپور) تفصیل کے مطابق اسلامیہ یونیورسٹی کے بہاولپور یونیورسٹی میں تین کیمپس جبکہ ڈسٹرکٹ رحیم یار خان اور بہاولنگر میں ایک ایک کیمپس ہے جس میں طالبات کی تعداد 35 ہزار ہے۔ گزشتہ ماہ 28 جون کو تھانہ بغداد کی پولیس کے ناکہ پر بہاولنگر کیمپس کے انچارج پروفیسر ڈاکٹر ابوبکر جو کہ یونیورسٹی میں شجر فنانس کے ڈائریکٹر بھی ہیں کی تلاشی پر 6 گرام آئس کرسٹل اور ان کے فون سے فحش چیٹ، تصاویر اور ویڈیوز برآمد ہوئیں تو پولیس نے اپنی تفتیش کا دائرہ وسیع کر دیا۔ پولیس نے 20 جولائی کو اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے چیف سیکیورٹی آفیسر کو ناکہ پر روکا۔ اُن کی تلاشی کے دوران 10 گرام کرسٹل آئس اور ان کے موبائل فون سے تصاویر اور فحش ویڈیوز برآمد ہوئیں۔ اس کے 2 دن بعد اسلامیہ یونیورسٹی کے شعبہ ٹرانسپورٹ کے انچارج محمد الطاف سے بھی 8 گرام کرسٹل آئس برآمد ہوئی۔ اسلامیہ یونیورسٹی کے افسران کی گرفتاری اور طالبات کی فحش ویڈیوز برآمد کے بعد دیگر واقعات رونما ہونے پر والدین خوف زدہ ہو گئے ہیں۔ شہریوں اور والدین نے حکومتی اعلیٰ عہدیداران سے ان ملزمان اور ان کے سہولت کاروں کے خلاف فوری کارروائی کا مطالبہ کیا ہے، کہ اس نیٹ ورک کو جڑ سے ختم کیا جا سکے اور خوف کی فضاء ختم ہو سکے۔

(اسد اللہ)

مسافر پینے کے پانی سے محروم

میانوالی داؤد خیل ریلوے کالونی اور ریلوے اسٹیشن کو پانی فراہم کرنے والا واٹر پمپ تین سال پہلے جولائی کے مہینے میں شدید بارشوں کی وجہ سے کچھ تکنیکی مسائل کے باعث غیر فعال ہو گیا تھا۔ میڈیا، ملازمین اور علاقہ کے مکینوں کی بار بار اپیل کے بوجود ریلوے کے حکام نے اس مسئلے پر توجہ نہیں دی۔ یاد رہے کہ جب راولپنڈی سے آنے والی ریل گاڑی جنڈ سے نکلتی ہے تو پہاڑی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ یہ فاصلہ 80 کلومیٹر پر محیط ہے اور راستے میں مسافروں کو پینے کے پانی کی اشد ضرورت ہوتی ہے، خاص طور پر گرمی کے موسم میں۔ داؤد خیل میں جس وقت مسافر گاڑی ریلوے اسٹشن پر آ کر رکتی ہے تو مسافر دوڑ دوڑ کر پلیٹ فارم کے ساتھ لگے دو عدد ہینڈ پمپ سے پانی بوتلوں میں بھرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ زیادہ بھیڑ ہونے کی وجہ سے بچوں اور عورتوں سمیت کئی لوگ پانی پینے سے محروم رہ جاتے ہیں اور یوں انہیں شدید تکلیف سے گزرنا پڑتا ہے۔ وزیر ریلوے سمیت دیگر حکام سے مطالبہ ہے کہ وہ واٹر پمپ کی فوری مرمت کروائیں۔

(رفیق میانوالی)

جہد حق پڑھنے والے توجہ کریں

- آپ نے اس شمارہ کا مطالعہ کیا۔
جو خامیاں / کمزوریاں آپ کو نظر آئی ہوں۔ ان کی نشاندہی خط کے ذریعے سے کیجئے۔
- آپ بھی اپنے علاقے میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹ / اطلاع ہمیں اس رسالہ میں چھپنے والا رپورٹ فارم پُر کر کے بذریعہ ڈاک روانہ کر سکتے ہیں۔ حقائق اچھی طرح سے تصدیق کر کے لکھیں۔

HRCP کارکن متوجہ ہوں

''جہد حق'' کے لیے رپورٹ فارم کے مطابق کوائف پر مبنی رپورٹیں، خبریں، تصاویر اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق دیگر مواد مہینے کے تیسرے ہفتہ تک پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مرکزی دفتر میں پہنچ جانا چاہیے تاکہ یہ اگلے شمارے میں شائع کیا جا سکے۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

''ایوان جمہور'' 107 - ٹیپو بلاک،
نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

جہد حق کا تازہ شمارہ اور پچھلے شمارے ویب سائٹ پر موجود ہیں۔ پتہ:

www.hrcp-web.org

اقلیتیں

خاتون کی نعش کو دفنانے کی اجازت نہ دی

بدین اقلیتی برادری کا اپنی ایک خاتون کی میت کو قبرستان میں تدفین سے روکنے کے خلاف لاش سمیت بدین پریس کلب کے سامنے دھرنا۔شرکاء کا بااثر افراد پر قبرستان کی زمین پر قبضہ کا الزام۔سیکیورٹی اور تحفظ فراہم کرنے کا مطالبہ۔بدین کے قصبہ پیرلاشاری کے قریب واقع گوٹھ میر محمد پٹھان میں کولہی برادری کی خاتون کی میت کو قبرستان میں تدفین سے روکنے کے خلاف اقلیتی برادی کے افراد نے سماجی رہنما اور سابق کونسلر ڈاکٹر بابوراٹھور، متوفیہ کے باپ جگسی کولہی، شوہر اشوک اور سماجی کارکن ممتاز پٹھان کے علاوہ دیگر کی قیادت میں خاتون کی لاش سمیت بدین پریس کلب کے سامنے دھرنا دے کر روڈ بلاک کر دیا۔احتجاجی شرکاء نے علاقہ کے بااثر افراد پر قبرستان کی زمین پر قبضہ کا الزام عائد کرتے ہوئے کہا کہ علاقے کے بااثر شخص ندیم پٹھان نے قدیم قبرستان میں خاتون کی میت کو دفنانے نہیں دیا اور ساتھ ہی اس کے ورثاء کو نقصان پہنچانے کی دھمکیاں دی ہیں۔مظاہرین کا کہنا تھا کہ "گاؤں میر محمد پٹھان میں فلی نامی قبرستان ہمارا ایک سو سالہ قدیم قبرستان ہے اور ایک ماہ قبل ہی ہم نے اپنے عزیز کی میت کو اسی قبرستان میں تدفین کی تھی۔"واضح رہے کہ 25 سالہ شانتی کولہی حیدرآباد میں دوران علاج انتقال کر گئی تھی جس کی تدفین کے لئے اس کا والد اور شوہر اپنے آبائی گوٹھ کے قریب واقع قبرستان پہنچے تو ان کو سخت ترین گرمی میں دن بھر تدفین سے روکے رکھا گیا۔جس کے بعد شرکاء نے بدین شہر آ کر میت کے ہمراہ بدین پریس کلب کے سامنے دھرنا دیا۔اقلیتی برادری کے شرکاء کا کہنا تھا کہ ان کو پولیس کی سیکیورٹی فراہم کی جائے تا کہ وہ اپنی متوفیہ کی تدفین کرسکیں۔ (سلیم جروار)

قبروں کی بے حرمتی

----- جولائی 2023 کے پہلے ہفتہ میں گجروالہ ضلع شیخوپورہ کے مشترکہ قبرستان سے انتظامیہ نے 10 احمدیوں کی قبروں سے کتبے اتار دئے۔یہ افسوسناک صورتحال کب تک جاری رہے گی۔مٹھی بھر شرپسندوں کی خوشنودی سرکار کے لئے اہم کیوں ہو جاتی ہے۔اس دھرتی پر محب وطن احمدیوں کا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا کسی اور کا۔5 جولائی کو نامعلوم افراد نے قاضیاں چوک کوٹلی کے ایک مشترکہ قبرستان میں 3 احمدیوں کی قبروں کو مسمار کیا۔بے حرمتی کا یہ اقدام قابل مذمت ہے اور احترام و برداشت کے اصولوں کے برخلاف ہے۔ہمیں مذہبی عدم برداشت کے ان مذہبی اقدامات کے خلاف متحد ہونا ہوگا۔

(عامر محمود)

عبادت گاہ کے مینار گرا دیے

جہلم 14 اور 15 جولائی 2023 کی درمیانی رات، کالا گجراں، ضلع جہلم میں پولیس نے غیر قانونی کارروائی کر کے احمدیوں کی عبادت گاہ کے مینار زمین بوس کر دیئے۔علاقے میں بعض شر پسند عناصر کی جانب سے میناروں کو گرانے کی مہم چلائی جا رہی تھی۔چند روز قبل تحریک لبیک کے رکن عاصم اشفاق رضوی نے ڈی پی او جہلم کو دھمکی دی تھی کہ اگر 10 محرم تک انتظامیہ نے مینار نہ گرائے تو وہ لوگوں کو اکٹھا کر کے خود گرائیں گے۔14 جولائی 2023 کو ڈی ایس پی نے احمدیوں کو بلایا اور کہا کہ "وہ میناروں کو گرا دیں ورنہ ہم انہیں تباہ کر دیں گے۔" جس پر ان پر واضح کیا گیا کہ میناروں کی تعمیر ہرگز غیر قانونی نہیں ہے۔14 جولائی کو رات 12 بجے کے قریب پولیس احمدی عبادت گاہ پر آئی اور عبادت گاہ میں موجود احمدیوں کے موبائل فون چھین کر جہلم سٹی تھانے لے گئی اور کیمروں کو نقصان پہنچایا اور پھر میناروں کو گرا دیا۔اس کارروائی کے بعد احمدیوں کو رہا کر دیا گیا۔احمدیوں کی حفاظت کے بجائے انتظامیہ نے نفرت پھیلانے والوں کو خوش کرنے کے لیے احمدیوں کی عبادت گاہ کے مینار گرا دیے۔یہ صورت حال افسوسناک ہے اور احمدیہ کمیونٹی کے حقوق کی صریح خلاف ورزی ہے۔چیف جسٹس آف پاکستان تصدق حسین جیلانی کی سربراہی میں تین رکنی بنچ نے 19 جون 2014 کو ایس ایم سی نمبر 1، 2014 کو عبادت گاہوں کے تحفظ کے لیے خصوصی پولیس فورس کی تشکیل کا حکم دیا تھا۔ (عامر محمود)

ڈاکوؤں کا ہندو برادری کی عبادت گاہ پر 'راکٹ لانچروں' سے حملہ

کشمور ڈاکوؤں کے ایک گروہ نے سندھ کے کشمور میں اتوار کو علی الصبح ہندو برادری سے تعلق رکھنے والے افراد کی عبادت گاہ پر مبینہ طور پر 'راکٹ لانچروں' سے حملہ کیا۔حملہ آوروں نے غوث پور تھانے کی حدود میں ایک عبادت گاہ اور اس سے ملحقہ کمیونٹی سے تعلق رکھنے والے گھروں پر حملہ کیا، انہوں نے اندھا دھند فائرنگ کی جس کے بعد کشمور کندھ کوٹ کے ایس ایس پی عرفان سموں کی قیادت میں پولیس یونٹ جائے وقوع پر پہنچ گئی۔پولیس اہلکار نے بتایا کہ ڈاکوؤں نے عبادت گاہ پر 'راکٹ لانچ' فائر کیے جو حملے کے دوران بند تھا، یہ مندر باگڑی برادری کی جانے والی مذہبی رسومات کی ادائیگی کے لیے ہر سال کھلتا ہے۔انہوں نے کہا کہ حملے کے بعد ملزمان موقع سے فرار ہوگئے۔دریں اثنا باگڑی برادری کے ایک رکن ڈاکٹر سریش نے کہا کہ ڈاکوؤں کی طرف سے فائر کیے گئے 'راکٹ لانچ' پھٹنے میں ناکام رہے، جس کے نتیجے میں کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔انہوں نے پولیس سے برادری کی حفاظت کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ اس واقعے نے رہائشیوں کو خوف و ہراس میں مبتلا کر دیا ہے۔علاوہ ازیں ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان نے کہا ہے کہ وہ سندھ کے اضلاع کشمور اور گھوٹکی میں امن وامان کی بگڑتی ہوئی رپورٹس کے حوالے سے پریشان ہیں جہاں خواتین اور بچوں سمیت ہندو برادری کے تقریباً 30 افراد کو مبینہ طور پر منظم جرائم پیشہ گروہوں نے یرغمال بنا کر رکھا ہوا ہے۔کمیشن نے محکمہ داخلہ سندھ سے بلا تاخیر معاملے کی تحقیقات کرنے کا مطالبہ کیا۔ (قربان علی)

ڈیڑھ سو سال قدیم مری ماتا مندر مسمار

کراچی کراچی میں ہندو برادری ہفتے کی صبح یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ سولجر بازار میں واقع قدیم مری ماتا مندر زمین بوس ہو چکا ہے۔ڈان اخبار کی رپورٹ کے مطابق علاقہ مکینوں نے کہا کہ یہ کارروائی اس وقت کی گئی جب جمعہ کی رات گئے علاقے میں بجلی غائب تھی،اسی وقت کھدائی کرنے والی مشین اور ایک بلڈوزر اس کام کے لیے پہنچ گئے جنھوں نے بیرونی دیواروں اور مندر کے مرکزی دروازے کو برقرار رکھتے ہوئے اندر کے تمام ڈھانچے کو مسمار کر دیا۔رہائشیوں نے یہ بھی بتایا کہ انہوں نے اس کام میں شامل افراد کو 'تحفظ' فراہم کرنے کے لیے وہاں ایک پولیس موبائل بھی دیکھی۔ان کا کہنا تھا کہ مری ماتا کا مندر ایم اے جناح روڈ پر واقع ہے جو سولجر بازار پولیس اسٹیشن کے بالکل قریب ہے۔ (بشکریہ ڈان)

احمدیوں کو عبادات سے روکنا انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزی ہے

چناب نگر عیدالاضحی کے موقع پر احمدیوں کو قربانی کرنے سے زبردستی روکنے،احمدیوں کو ہراساں کرنے اور سرکاری انتظامیہ کی جانب سے ماورائے قانون اقدامات قابل افسوس اور شرمناک ہیں۔ سرکاری انتظامیہ کی جانب سے احمدیوں کے خلاف بے بنیاد مقدمات کے اندراج،احمدیوں سے زبردستی شورٹی بانڈز لینے اور قربانی کرنے سے روکنے کے اقدامات آئین پاکستان کے آرٹیکل 20 اور جسٹس منصور علی شاہ صاحب اور جسٹس امین الدین خان صاحب پر مشتمل سپریم کورٹ کے دو رکنی بینچ کے 12 جنوری 2022 کو دیے گئے فیصلے کی واضح خلاف ورزی ہیں۔ سپریم کورٹ نے 916.Cr1.P-2021/1 میں قرار دیا تھا کہ احمدی اپنی چار دیواری کے اندر مذہب پر عمل کرنے کی مکمل آزادی رکھتے ہیں۔تاہم اس سال احمدیوں کو قربانی کرنے سے روکنے کے واقعات میں شدت محسوس کی گئی۔احمدیوں کو قربانی کرنے سے روکنے کے لئے 23 درخواستیں مختلف تھانوں میں دی گئیں۔ پنجاب پولیس نے انتہا پسند عناصر کی خوشنودی کے لیے 89 جگہوں پر احمدیوں کو ہراساں کیا کہ وہ قربانی نہ کریں۔4 مقامات پر عید کی نماز پڑھنے سے روک دیا۔ احمدیوں کو مجبور کر کے زبردستی 28 شورٹی بانڈز لیے گئے۔ گجرات میں پولیس انسپکٹر نے مسجد میں اعلان کیا کہ جس نے اس عید پر قربانی کرنی ہے وہ پہلے مسلمان ہو۔مختلف اضلاع میں قربانی کرنے کی بنا پر 13 احمدیوں کے خلاف 6 مقدمات قائم کئے گئے اور 7 احمدیوں کو گرفتار کیا گیا۔10 جانور پولیس نے ناجائز طور پر اپنے قبضہ میں لے لئے۔ پولیس نے 5 احمدیوں کے گھروں کی غیر قانونی طور پر تلاشی لی اور گھروں سے گوشت اٹھا کے لے گئی۔ 11 مقامات پر شرپسندوں نے احمدیوں کو ہراساں کیا۔ترجمان جماعت احمدیہ نے کہا ہے کہ مذہب کے مقدس نام کو استعمال کرتے ہوئے انتہا پسند عناصر اور ان کی پشت پناہ پولیس کی جانب سے احمدیوں کے انسانی حقوق کی پامالی کے واقعات وطن عزیز کی جگ ہنسائی کا موجب بن رہے ہیں جبکہ حکومت عالمی برادری کو یہ درس دے رہی ہے کہ تمام مذاہب کا احترام کیا جائے اور شرارت کرنے والی متعصبانہ سوچ کو مسترد کیا جائے۔ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ احمدیوں کے خلاف قربانی کرنے کے حوالے سے درج بے بنیاد مقدمات کو ختم کرتے ہوئے معصوم احمدیوں کو فوری رہا کیا جائے اور احمدیوں کی مذہبی آزادی کو یقینی بنانے کے لئے فوری اقدامات کئے جائیں۔

(نامہ نگار)

ملک بھر میں تمام احمدی عبادت گاہوں کی سیکیورٹی کا انتظام کیا جائے: ترجمان جماعت احمدیہ

چناب نگر کراچی میں شرپسند عناصر کی جانب سے ڈرگ روڈ پر واقع احمدی عبادت گاہ ''بیت المبارک کے مینار توڑ دیئے گئے۔شرپسند عناصر نے عبادت گاہ کی بیرونی دیواروں پر'' قادیانی کافر زندیق'' کے نعرے بھی لکھے۔

ملک بھر میں موجود تمام احمدی عبادت گاہوں کی سیکیورٹی کا انتظام کیا جائے۔مورخہ 24 جولائی 2023ء کو سہ پہر پونے چار بجے درجن بھر شرپسند عناصر جنھوں نے اپنے چہرے ڈھانپ رکھے تھے،ڈرگ روڈ کراچی میں واقع احمدی عبادت گاہ پہ حملہ آور ہوئے۔شرپسند عناصر سیڑھی کے ذریعہ عبادت گاہ پر چڑھے اور ہتھوڑوں سے مینار توڑنا شروع کر دیئے۔متعلقہ اداروں کو فوری اطلاع کی گئی تاہم پولیس کے پہنچنے سے قبل شرپسند عناصر وہاں سے فرار ہو چکے تھے۔

ترجمان جماعت احمدیہ نے اس افسوس ناک واقعہ کی پرزور مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ شرپسند عناصر تمام حدود پار کر چکے ہیں۔ جماعت احمدیہ کے خلاف نفرت عروج پر پہنچا دی گئی ہے۔ ماہ جنوری میں مارٹن روڈ کراچی اور ماہ فروری میں کراچی صدر کے علاقہ میں واقع احمدی عبادت گاہوں کے مینار ہجوم نے مسمار کر دیئے۔رواں سال ملک بھر کے مختلف علاقوں میں احمدی عبادت گاہوں پر 10 سے زائد حملے کئے جا چکے ہیں اور تا حال قانون شکن عناصر کو قانون کی گرفت میں نہیں لیا گیا۔یہی وجہ ہے کہ ان عناصر کے حوصلے بلند ہو چکے ہیں۔انہوں نے کہا کہ احمدی اپنے ہی ملک میں رہتے ہوئے عدم تحفظ کا شکار ہو رہے ہیں۔شرپسند عناصر کی ان مذموم حرکات کی وجہ سے عالمی سطح پہ وطن عزیز کا وقار مجروح ہو رہا ہے۔وقت آن پہنچا ہے کہ ان شرپسند عناصر کو قانون کے تابع کیا جائے تاکہ وہ وطن عزیز کی فضا کو مذہبی منافرت کیساتھ مزید مسموم نہ کر سکیں۔

ترجمان جماعت احمدیہ نے مطالبہ کیا ہے کہ متعدد مقامات پر شرپسند گروہوں کی جانب سے محرم الحرام کے مقدس مہینے میں یوم عاشور پر احمدی عبادت گاہوں پر حملوں کی منصوبہ بندی کی جا چکی ہے۔ سوشل میڈیا پر اس منصوبہ بندی کے اعلانات کئے جا رہے ہیں۔حکومت وقت کی ذمہ داری ہے کہ ملک بھر میں موجود تمام احمدی عبادت گاہوں کی سیکیورٹی کے انتظامات کئے جائیں تاکہ شرپسند عناصر کو دوبارہ ایسی قابل مذمت حرکت کرنے کا موقع نہ مل سکے۔

(صدر انجمن احمدیہ ربوہ)

قانون نافذ کرنے والے ادارے

پولیس ایمرجنسی نمبر 15 پر کال کرنا جرم بن گیا

بہاولنگر تفصیلات کے مطابق حفیظاں بی بی زوجہ محمد قاسم نے انسانی حقوق کمیشن کے نامہ نگار کو بتایا کہ وہ چک نمبر 41 فتح اضافی کالونی چیزل آباد تحصیل چشتیاں کی رہائشی ہے۔ مورخہ 6 جون کو اس کے ہمسایہ نے فون پر اطلاع دی کہ اس کے آبائی گھر (واقع) سکنہ چک نمبر 2 گیانی تحصیل چشتیاں میں محمد رفیق ولد غلام محمد قوم داد پوترا قبضہ کرنے کی نیت سے چاردیواری بنا رہا ہے۔ حفیظاں بی بی نے کہا کہ اُس کا شوہر بچے کی دوائی لینے شہر گیا ہوا تھا جس پر وہ اپنے داماد اعجاز کے ہمراہ چک نمبر 2 گھیانی پہنچی تو محمد رفیق ولد غلام محمد اپنے مزدوروں کے ہمراہ چار دیواری بنا رہا تھا۔ اس نے انہیں روکا مگر انہوں نے کام جاری رکھا جس پر اس نے شور واویلا شروع کر دیا تو گواہان اصغر علی اور حمید رشید اور غلام قادر موقع پر پہنچ گئے۔ اس کے بعد اس نے 15 پر کال کی مگر 30 منٹ انتظار کرنے کے بعد پولیس نہ آئی تو اس نے دوبارہ کال کی۔ پولیس پھر بھی نہ آئی۔ تاہم 20 منٹ بعد فون نمبر 6330563 0300 سے کال آئی کہ "ہم تھانہ صدر چشتیاں سے بات کر رہے ہیں۔ ہمارے پاس گاڑی نہیں ہے آپ خود تھانے آ جائیں اور محمد رفیق کا نمبر آپ کے پاس ہو تو وہ بھی دے دیں"۔ جس پر اس نے ملزم کا نمبر دے دیا اور قبضہ کرنے کی تصاویر بھی دے دیں۔ حفیظاں بی بی نے مزید بتایا کہ وہ اپنے خالو رشید و دیگر کے ہمراہ تھانہ گئی۔ منشی ہمایوں نے کہا کہ ملزم کے آتے ہی انہیں ایس ایچ او کے سامنے پیش کر دے گا۔ ملزم کے آنے پر منشی نے انہیں ایس ایچ او کے سامنے پیش کر دیا۔ ایس ایچ او نے انہیں گالیاں دینی شروع کر دیں اور کہا کہ ایمرجنسی نمبر 15 پر کال کیوں کی۔ اس کے بعد اس نے منشی کو حکم دیا کہ ان دونوں کو حوالات میں بند کر دو، مگر منشی نے اسے اپنے کمرے میں بٹھا دیا۔ اس کے ساتھ اس کا ڈیڑھ سالہ بچہ بھی تھا جو دودھ کیلئے مسلسل روتا رہا جبکہ منشی اسے صلح کیلئے کہتا رہا۔ مگر اس نے ملزم کے ساتھ صلح سے انکار کر دیا۔ تین گھنٹے بعد ایس ایچ او صاحب دوبارہ آئے اور منشی سے پوچھا کہ ان کی صلح ہو گئی ہے تو اس نے جواب دیا کہ حفیظاں بی بی صلح کیلئے رضا مند نہیں۔ اس پر ایس ایچ او نے اسے کہا "اگر آپ صلح کر لیں تو آپ کو گھر جانے کی اجازت ہو گی"۔ اتنے میں اس کی ساس تھانہ آئیں اور پولیس کی منت سماجت شروع کر دی تو ایس ایچ او نے دوبارہ صلح کرنے کو کہا، مگر وہ رضا مند نہ ہوئی تو منشی نے سادہ کاغذ پر کچھ تحریر کئے بغیر انگوٹھے لگوا لیے اور انہیں گھر جانے کی اجازت دے دی۔ ساتھ ہی دھمکی دی" کہ اگر مزید کارروائی کی تو تمہارے خلاف مقدمہ درج کر دوں گا"۔ اس دوران ملزم تھانہ میں بیٹھ کر اپنے فون پر مزدوروں اور مستریوں کو کام جاری رکھنے کی ہدایات دیتا رہا۔ حفیظاں بی بی کے شوہر محمد قاسم نے نامہ نگار کو بتایا کہ دوسرے دن وہ اپنی بیوی کو ڈی پی او بہاولنگر کے پاس لے گیا اور ایس ایچ او اور ملزم کے خلاف درخواست گزاری جس پر انہوں نے ڈی ایس پی تحصیل چشتیاں سے رابطہ کرنے کو کہا۔ محمد قاسم نے بتایا کہ وہ لگاتار 4 دن ڈی ایس پی آفس جاتے رہے۔ وہ کئی کئی گھنٹے دفتر میں بیٹھتے رہتے، پھر انہیں کہا جاتا کہ "صاحب مصروف ہیں دوسرے دن آئیں"۔ آخر کار چوتھے روز انہوں نے ایس ایچ او تھانہ صدر کو ہدایات دیں کہ "محمد رفیق کے خلاف پرچہ درج کر کے اسے گرفتار کریں اور ان کا قبضہ واپس دلائیں"۔ مگر "ایس ایچ او نے ملزم کو گرفتار کیا ہے نہ ہی قبضہ چھڑایا ہے۔ اس نے ایچ آر سی پی سے مطالبہ کیا کہ اسے انصاف دلایا جائے۔

(خواجہ اسد اللہ)

مکران سمیت بلوچستان میں گرفتاریوں اور گمشدگیوں میں تیزی آ گئی ہے۔ ایچ آر سی پی

تربت (نمائندہ انتخاب) انسانی حقوق کمیشن آف پاکستان (ایچ آر سی پی) تربت چیپٹر کے زیر اہتمام مکران میں انسانی حقوق کی صورتحال کے عنوان پر سیمینار اتوار کے روز تربت پریس کلب میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں مکران میں انسانی حقوق کی صورتحال کو گھمبیر قرار دیتے ہوئے 23 نکاتی قرارداد منظور کی گئی۔ سیمینار کی صدارت ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کے پروفیسر غنی پرواز نے کی جبکہ انسانی حقوق کے کارکنان، وکلاء، سیاسی و سماجی جہد کاروں نے سیمینار میں شرکت کی۔ مکران میں انسانی حقوق کی صورتحال کو گھمبیر قرار دیکر تشویش کا اظہار کیا گیا۔ اغواء نما گرفتاریوں اور جبری گمشدگیوں کے سلسلے میں تیزی پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے مقررین نے کہا کہ بلوچستان میں انسانی حقوق کی سنگین پامالیاں ملک کے آئین و دستور کی خلاف ورزی ہے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ حکمران آئین و قانون کی بالادستی کو یقینی بنا کر انسانی حقوق کا تحفظ یقینی بنائیں۔ تقریب سے غنی پرواز، ایڈوکیٹ رستم جان چکی، ہشگر اللہ یوسف، محمد کریم چکی، عبدالمجید دشتی ایڈوکیٹ اور سجاد اکبر دشتی نے خطاب کیا جبکہ اجلاس کی صدارت محترمہ شہناز نے کی۔ اجلاس کے اختتام پر سمی پرواز نے قرارداد پیش کی جسے اتفاق رائے سے منظور کر لیا گیا۔ قراردادوں میں کہا گیا کہ ماورائے آئین و عدالت جبری گمشدگی اور قتل و غارت اور بچوں اور خواتین کے ساتھ زیادتیوں کا سلسلہ بند کیا جائے، منشیات کی روک تھام کی جائے، ماہی گیروں کو مزدور کا درجہ دے کر سرکاری ملازم قرار دیا جائے، غیر قانونی ٹرالرنگ بند کی جائے، بارڈر ٹریڈ کی رکاوٹیں ختم کی جائیں، چیک پوسٹوں میں کمی لائی جائے، ماہی گیروں کے بچوں کو تعلیمی وظائف دیئے جائیں، مہنگائی میں کمی کی جائے، تعلیم یافتہ نوجوانوں کو روزگار دیا جائے، مکران سمیت بلوچستان کو گیس فراہم کیا جائے، بجلی کی لوڈشیڈنگ ختم کی جائے، مکران میں صنعتیں لگائی جائیں، مکران میں زراعت کو ترقی دی جائے اور زرعی قرضے اور مالی امداد فراہم کیے جائیں، طلبہ یونین پر پابندی ختم کی جائے، آزادی اظہار رائے پر قدغنیں ختم کی جائیں، صحافیوں اور سول سوسائٹی و انسانی حقوق کی کارکنوں کو حراساں کرنا بند کیا جائے، مکران سمیت بلوچستان میں وسائل پر حق بڑھایا جائے، سکیورٹی کے نام پر غیر ضروری تجاوزات بند کی جائیں، تمام لاپتہ افراد کو بازیاب کیا جائے اور مکران سمیت بلوچستان کے کسی شہر میں کم از کم ایک ایک معیاری ہسپتال تعمیر کیا جائے۔

عورتیں

خواتین کا حیسکو اور پولیس اہلکاروں کے خلاف احتجاج

حیدرآباد لطیف آباد بچاؤ بند پر واقع مہر علی ہاؤسنگ سوسائٹی کی خواتین نے حیسکو کو ہسار سب ڈویژن، پولیس اور اور غیر قانونی طریقے سے بجلی استعمال کرنے والوں کے خلاف پریس کلب حیدرآباد کے سامنے احتجاج کیا۔ اس دوران افشین صابر اور دیگر نے الزام عائد کیا کہ میر علی ہاؤسنگ سوسائٹی میں حیسکو کے افسران اور پولیس کی سرپرستی میں بجلی چور کنڈا مافیا نے علاقہ مکینوں کی زندگی اجیرن بنا رکھی ہے اور انہوں نے پورے علاقے میں غیر قانونی بجلی کے کنڈوں کا جال بچھا رکھا ہے جس کی وجہ سے آئے روز ٹرانسفارمر خراب ہو جاتے ہیں اور قانونی طور پر بجلی استعمال کرنے والے صارفین کئی کئی دن بجلی سے محروم رہتے ہیں۔

(بوٹا امتیاز)

گھروں کی مسماری کے خلاف دھرنا

حیدرآباد حیدرآباد کے علاقہ حسین آباد کی اوڈھ کالونی کی رہائشی عورتوں اور بچوں نے گھروں کو مسمار کیے جانے کے خلاف پریس کلب کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کر کے دھرنا دیا۔ احتجاج میں شریک زلیخاں، زینت، حلیمہ، ثمینہ اور دیگر نے الزام عائد کیا کہ "مختیار کار نے بلدیہ کے عملے اور حسین آباد پولیس کے ہمراہ ہمارے گھروں کو مسمار کر کے گھروں میں موجود سامان بلدیہ کے عملے کو دے دیا ہے جو ہمارے ساتھ ناانصافی ہے۔" انہوں نے کہا کہ اوڈھ کالونی میں وہ گزشتہ 55 سال سے آباد ہیں جبکہ کالونی کا کیس عدالت میں زیر سماعت ہے لیکن اس کے باوجود گھروں کو مسمار کر دیا گیا ہے جسکی وجہ سے عورتیں اور معصوم بچے کھلے آسمان تلے بیٹھے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ان کے گھر مسمار کرنے کی کارروائی کالونی کے برابر میں واقع آئل مل مالک کے کہنے پر کی گئی۔ "آئل مل کا مالک ہمارے خلاف انتقامی کارروائی کر رہا ہے جس کی وجہ سے ہم سخت پریشانی کا شکار ہیں۔" انہوں نے ارباب اختیار سے اپیل کی کہ معاملے کا نوٹس لے کر ان کے نقصان کا ازالہ کر کے انصاف فراہم کیا جائے۔

(بوٹا امتیاز)

لڑکیوں سے زیادہ لڑکوں کو جنسی زیادتی کا نشانہ بنائے جانے کا انکشاف

رواں سال کے ساڑھے 5 ماہ میں پنجاب میں بچوں سے زیادتی کے مجموعی طور پر ایک ہزار 390 واقعات رپورٹ ہوئے۔

لاہور محکمہ داخلہ پنجاب کی ایک 'خفیہ' رپورٹ میں صوبے میں بچوں سے زیادتی کے جرائم کی شرح میں اضافے پر شدید تشویش کا اظہار کیا گیا ہے، جس میں یہ انکشاف بھی سامنے آیا کہ اس بھیانک جرم کا نشانہ بننے والے لڑکوں کی تعداد لڑکیوں سے زیادہ ہے۔ ڈان اخبار کی خبر کے مطابق رپورٹ میں پریشان کن انکشافات کیے گئے ہیں کہ عدالتوں میں مقدمات کا سامنا کرنے والے مجرموں میں سے 55 فیصد متاثرین کے پڑوسی، 32 فیصد اجنبی اور 13 فیصد رشتہ دار تھے۔ محکمہ داخلہ نے فیلڈ اسٹاف کا استعمال کرتے ہوئے پنجاب میں بچوں کے ساتھ زیادتی کا علاقہ وار ڈیٹا اکٹھا کیا اور بتایا کہ راولپنڈی ریجن اور لاہور شہر میں صوبے کے دیگر ڈویژنوں کے مقابلے میں بچوں کے خلاف سب سے کم جرائم رپورٹ ہوئے۔ رپورٹ نے پنجاب میں بچوں کے خلاف جنسی جرائم پر قابو پانے میں بنیادی رکاوٹوں کے طور پر بہت سے اہم عوامل کی نشاندہی کی ہے۔ رپورٹ کے مطابق رواں سال کے ابتدائی ساڑھے 5 ماہ کے دوران پنجاب میں بچوں سے زیادتی کے مجموعی طور پر ایک ہزار 390 واقعات رپورٹ ہوئے جن میں سے 959 (69 فیصد) متاثرہ لڑکے اور 431 (31 فیصد) لڑکیاں تھیں۔ محکمے نے اپنی رپورٹ میں بچوں سے زیادتی کے جرائم پر قابو پانے کے لیے سفارشات بھی پیش کیں اور رپورٹ لاہور کے کیپیٹل سٹی پولیس آفیسر (سی سی پی او) اور ریجنل پولیس آفیسرز (آر پی اوز) کو بھجوادی تاکہ اس پر عمل کیا جاسکے۔ رپورٹ کے مطابق والدین کی جانب سے اپنے بچوں کا میڈیکولیگل معائنہ نہ کرانے کی خواہش بھی اس سلسلے میں ایک رکاوٹ ہے۔ اس میں مزید نشاندہی کی گئی کہ خاندان کے افراد، دوستوں اور پڑوسیوں یا کمیونٹی کی جانب سے تعاون کی کمی متاثرہ بچوں کو الگ تھلگ کرنے کا باعث بنتی ہے، جس سے وہ بدسلوکی کرنے والے کے بارے میں اپنا تجربہ بتانے میں ہچکچاتا ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا کہ 'بچوں کے ساتھ بدسلوکی کے ذمہ دار دیگر عوامل کے علاوہ سماجی و اقتصادی دباؤ، بے روزگاری، خود اعتمادی کی کمی، نااہلی کے احساسات، تنہائی اور نفسیاتی اضطراب شامل ہیں'۔ اعداد و شمار کے مطابق گوجرانوالہ ریجن/ ڈویژن میں بچوں سے زیادتی کے (220)، ڈیرہ غازی خان میں (199)، فیصل آباد (186)، ملتان (140)، بہاولپور (129)، شیخوپورہ (128)، ساہیوال (127) اور سرگودھا میں (103) واقعات رپورٹ ہوئے جبکہ راولپنڈی ریجن اور لاہور شہر بالترتیب 69 اور 89 کیسز کے ساتھ سب سے نیچے ہیں۔ محکمہ داخلہ نے مزید بتایا کہ رجسٹرڈ ہونے والی ایف آئی آرز میں سے 799 مقدمات کے چالان عدالتوں میں جمع کرائے گئے، 441 زیر تفتیش جبکہ 148 کو بند/ خارج کر دیا گیا۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ 'متاثرین کو موردالزام ٹھہرانے والے رویوں اور بچوں کے حقوق کے بارے میں بیداری کی کمی نے جرم سے نمٹنے اور اس کی روک تھام میں درپیش چیلنجوں کو مزید بڑھا دیا ہے'۔

محکمہ داخلہ کی سفارشات:

محکمہ داخلہ نے اپنی رپورٹ میں سفارش کی ہے کہ چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر بیورو وغیرہ بچوں کو مجرموں سے بچانے کے لیے اہم اسٹیک ہولڈرز ہیں اور انہیں مزید حساس بنا کر موجودہ صورتحال کے پیش نظر مزید فعال ہونے کی ہدایت کی جاسکتی ہے۔ رپورٹ میں سفارش کی گئی کہ 'بیورو کے پاس پیشہ ور افراد اور متحرک اہلکاروں کی ایک باہمت ٹیم ہونی چاہیے جس میں بچوں کے تحفظ کے افسران، ماہر نفسیات، قانونی افسران اور ڈاکٹرز شامل ہوں تاکہ بچوں کو زیادتیوں سے بچایا اور متاثرین کی بحالی کی جاسکے'۔ محکمہ داخلہ نے بچوں کے ساتھ کام کرنے والے پیشہ ور افراد جیسے اساتذہ، صحت کی سہولیات فراہم کرنے والے، قانون نافذ کرنے والے اداروں کے اہلکاروں اور سماجی کارکنوں کے لیے تربیتی پروگرام شروع کرنے کی تجویز بھی پیش کی تاکہ بدسلوکی کی علامات کی نشاندہی کرنے، حساس طریقے سے جواب دینے اور مناسب حمایت فراہم کرنے میں ان کی مہارت کو بڑھایا جاسکے۔ ساتھ ہی اس میں گھریلو تشدد کی ہیلپ لائن 1099 کو محکمہ پولیس کے ساتھ منسلک کرتے ہوئے صوبائی سطح پر تمام ہیلپ لائنوں کے درمیان مؤثر ہم آہنگی کی سفارش کی گئی۔ رپورٹ میں کہا گیا کہ 'حکومت کو بچوں سے زیادتی کے مقدمات کے لیے خصوصی عدالتیں قائم کرنی چاہئیں اور قانون نافذ کرنے والے اداروں اور عدالتی نظام کی صلاحیت اور تربیت کو بڑھانا چاہیے تاکہ ایسے مقدمات کو مؤثر طریقے سے نمٹا جاسکے'۔

(بشکریہ ڈان)

☆ انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے واقعات کی رپورٹ

1-وقوعہ کیا تھا:	

2-وقوعہ کب ہوا؟	سال				مہینہ		تاریخ	

3-وقوعہ کہاں ہوا؟	گاؤں	محلہ
	ڈاک خانہ	تحصیل و ضلع

4- کیا وقوعہ کا مقامی رسم ورواج سے تعلق ہے	ہاں	نہیں
5-وقوعہ کیسے ہوا؟ (مختصر تفصیل)		

6-وقوعہ کا ماضی کے کسی دوسرے واقعہ سے تعلق اور اس کی مختصر تفصیل

7-وقوعہ کا شکار ہونے والے کے کوائف	نام	ولد/زوجہ	پیشہ

8-وقوعہ سے متاثر ہونے والے کے معاشی/سماجی حیثیت	بچہ/بچی	عورت/مرد	غریب/ان پڑھ	بوڑھا/بوڑھی	بیمار
	مخالف سیاسی کارکن	سماجی کارکن	اقلیتی فرقے کا رکن	دیگر (تخصیص کریں)	

9-وقوعہ میں ملوث اشخاص کے کوائف:	نام	ولدیت/زوجیت	عہدہ	پیشہ
	-1			
	-2			
	-3			

10-وقوعہ کے ذمہ دار فرد/افراد کی معاشی/سماجی حیثیت	بڑا جاگیردار/زمیندار/بہت امیر آدمی	متوسط طبقے سے/غریب آدمی	با اثر صلاحیت/سیاسی اثر ورسوخ

11-وقوعہ کی پشت پناہی کرنے والے عناصر کے کوائف	نام اور ولدیت	عہدہ	پیشہ	پارٹی/ادارہ
	-1			
	-2			
	-3			

12-وقوعہ سے متعلقہ فریقین گواہان و غیر جانبدار افراد کے کوائف و موقف

وقوعہ سے تعلق	نام اور ولدیت	وقوعہ سے متاثر ہونے والے کے ساتھ تعلق/رشتہ داری	عہدہ	موقف
واقعہ سے متاثر				
واقعہ کا ذمہ دار				
چشم دید گواہ				
غیر جانبدار/پڑوسی				

13-اس قسم کے واقعات علاقہ میں کس قدر ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں	بہت زیادہ	اکثر اوقات	کبھی کبھار	کبھی نہیں
14-اس قسم کے واقعات اندازاً کتنی تعداد میں ہوتے ہیں	روزانہ	ماہانہ	سالانہ	

15-وقوعہ کے بارے میں HRCP نامہ نگار/اس کے ساتھ چھان بین کرنے والے/والوں کی رائے

رپورٹ بھیجنے والے کے کوائف:	نام	پتہ: گاؤں/محلّہ	شہر/ضلع

انسانی حقوق کے عالمی منشور کی کس شق کی خلاف ورزی ہوئی؟	

دستخط: ....

تاریخ: ....

نوٹ: اگر تفصیلات فارم پر نہ آسکیں تو نمبر لکھ کر سادے کاغذ پر تفصیل درج کریں

☆ تمام ساتھی جو انسانی حقوق کے حوالے سے رپورٹیں بھیجتے ہیں آئندہ اس فارم کی فوٹو کاپی پر کوائف' کر کے بھیجیں

انسانی حقوق کا عالمی منشور

10 دسمبر 1948ء کو اقوام عالم نے انسانی حقوق کا مندرجہ ذیل عالمی منشور منظور کیا

دفعہ - 1	تمام انسان آزاد اور حقوق وعزت کے اعتبار سے برابر پیدا ہوئے ہیں۔ انھیں ضمیر اور عقل ودیعت ہوئی ہے۔ انہیں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کا سلوک کرنا چاہیے۔
دفعہ -2	ہر شخص ان تمام آزادیوں اور حقوق کا مستحق ہے جو اس اعلان میں بیان کیے گئے ہیں اور اس حق پر نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب اور سیاسی تفریق کا یا کسی قسم کے عقیدے، قومیت، معاشرے، دولت یا خاندانی حیثیت وغیرہ کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ اس کے علاوہ کسی بھی شخص کے ساتھ اس کے علاقے یا ملک کی، سیاسی، عملی یا بین الاقوامی حیثیت کی بناء پر کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا، خواہ وہ ملک یا علاقہ آزاد ہو یا تولیتی ہو یا غیر مختار ہو یا اقدار اعلیٰ کے لحاظ سے کسی اور بندش کا پابند ہو۔
دفعہ - 3	ہر شخص کو اپنی آزادی، زندگی اور تحفظ کا حق ہے۔
دفعہ - 4	کوئی شخص، غلام یا لونڈی بنا کر نہ رکھا جا سکے گا۔ غلامی اور بردہ فروشی، چاہے اس کی کوئی بھی شکل ہو، ممنوع ہوگی۔
دفعہ - 5	کسی شخص کو جسمانی اذیت، یا ظالمانہ انسانیت سوز، یا ذلت آمیز سزا نہیں دی جائے گی۔
دفعہ - 6	ہر شخص کا حق ہے کہ ہر جگہ اس کی قانونی حیثیت کو تسلیم کیا جائے۔
دفعہ - 7	قانون کی نظر میں سب برابر ہیں اور سب بغیر کسی تفریق کے قانون کے اندر امان پانے کے برابر کے حق دار ہیں۔ اس اعلان کی خلاف ورزی میں جو بھی تفریق کی جائے یا جس تفریق کی بھی ترغیب دی جائے، اس سے بچاؤ کے سب برابر کے حقدار ہیں۔
دفعہ - 8	ہر شخص کو ان فعال کے خلاف جو دستور یا قانون میں دیے ہوئے بنیادی حقوق کی نفی کرتے ہوں، با اختیار قومی عدالتوں سے موثر طریقے سے چارہ جوئی کرنے کا حق ہے۔
دفعہ - 9	کسی شخص کو من مانے طور پر گرفتار، نظر بند، یا جلا وطن نہیں کیا جائے گا۔
دفعہ - 10	ہر شخص کو یکساں طور پر حق حاصل ہے کہ اس کے حقوق وفرائض کے تعین یا اس کے خلاف کسی عائد کردہ جرم کے فیصلے کے بارے میں اسے ایک آزاد اور غیر جانب دار عدالت میں کھلی اور منصفانہ سماعت کا موقع ملے۔
دفعہ - 11	(1) ایسے ہر شخص کو جس پر کوئی فوجداری الزام عاید کیا جائے، اس وقت تک بے گناہ شمار کیے جانے کا حق ہے جب تک کہ اس پر کھلی عدالت میں قانون کے مطابق جرم ثابت نہ ہو جائے اور اسے اپنی صفائی پیش کرنے کا پورا موقع اور تمام ضمانتیں نہ دی جا سکی ہوں۔ (2) کسی شخص کو کسی ایسے فعل یا فروگزاشت کی بناء پر جو ارتکاب کے وقت قومی یا بین الاقوامی قانون کے اندر تعزیری جرم شمار نہیں کیا جاتا تھا، کسی تعزیری جرم میں ماخوذ نہیں کیا جائے گا، اور نہ ہی اسے کوئی ایسی سزا دی جائے گی جو جرم کے ارتکاب کے وقت کی مقرر کردہ سزا سے زائد ہو۔
دفعہ - 12	کسی شخص کی نجی زندگی، خانگی زندگی، گھر بار، خط وکتابت میں من مانے طریقے پر مداخلت نہ کی جائے اور نہ ہی اس کی عزت اور نیک نامی پر حملے کیے جائیں گے۔ ہر شخص کو ایسے حملے یا مداخلت سے قانونی تحفظ کا حق ہے۔
دفعہ - 13	(1) ہر شخص کو اپنی ریاست کی حدود کے اندر نقل وحرکت کرنے اور کہیں بھی سکونت اختیار کرنے کی آزادی کا حق ہے۔ (2) ہر شخص کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ کسی ملک سے چلا جائے چاہے یہ ملک اس کا اپنا ہو اور اسی طرح اسے اپنے ملک میں واپس آجانے کا بھی حق ہے۔
دفعہ - 14	(1) ہر شخص کو عقیدے کی بنا پر ایذا رسانی سے بچنے کے لیے دوسرے ملکوں میں پناہ حاصل کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے۔ (2) یہ حق ان عدالتی کاروائیوں سے بچنے کے لیے استعمال میں نہیں کیا جا سکتا جو خالصتاً غیر سیاسی جرائم یا ایسے افعال کی وجہ سے عمل میں آتی ہیں جو اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف ہیں۔
دفعہ - 15	(1) ہر شخص کو قومیت کا حق ہے۔ (2) کوئی شخص محض من مانے طور پر قومیت سے محروم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کو اپنی قومیت تبدیل کرنے کا حق دینے سے انکار کیا جائے گا۔
دفعہ - 16	(1) بالغ مردوں اور عورتوں کو بغیر ایسی پابندی کے جو نسل، قومیت، یا مذہب کی بنا پر لگائی جائے شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق ہے۔ مردوں اور عورتوں کو نکاح، ازواجی زندگی اور نکاح کو فسخ کرنے کے معاملے میں برابر کے حقوق حاصل ہیں۔ (2) نکاح فریقین کی پوری آزادی اور رضامندی سے ہوگا۔ (3) خاندان، معاشرے کی فطری اور بنیادی اکائی ہے اور وہ معاشرے اور ریاست دونوں کی طرف سے حفاظت کا حقدار ہے۔
دفعہ - 17	(1) ہر انسان کو تنہا یا دوسروں سے مل کر جائیداد رکھنے کا حق ہے۔ (2) کسی شخص کو زبردستی اس کی جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا۔
دفعہ - 18	ہر انسان کو آزادی فکر، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا پورا حق ہے۔ اس حق میں مذہب اور عقیدے کو تبدیل کرنے اور اجتمائی یا انفرادی طور پر خاموشی یا کھلے بندوں اپنے عقیدے کی تبلیغ، اس پر عمل، اور اس کی عبادات اور رسومات پوری کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔
دفعہ - 19	ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور اظہار رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں یہ امر بھی شامل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اور بلا کسی قسم کی مداخلت کے اپنی رائے پر قائم رہے اور جس ذریعے سے چاہے اور ملکی سرحدوں کے حائل ہوئے بغیر معلومات اور خیالات کا حصول اور ان کی ترسیل کرے۔
دفعہ - 20	(1) ہر شخص کو پر امن طریقے سے ملنے جلنے اور انجمنیں قائم کرنے کی آزادی کا حق ہے۔ (2) کسی شخص کو کسی انجمن میں شامل ہونے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔
دفعہ - 21	(۱) ہر شخص کو اپنے ملک کی حکومت میں براہ راست یا آزادانہ طور پر منتخب کیے ہوئے نمائندوں کے ذریعے حصہ لینے کا حق ہے۔ (2) ہر شخص کو اپنے ملک میں سرکاری ملازمت حاصل کرنے کا برابر کا حق ہے۔ (3) عوام کی مرضی حکومت کے اقتدار کی بنیاد ہوگی۔ یہ مرضی وقتاً فوقتاً ایسے حقیقی انتخابات کے ذریعے ظاہر کی جائے گی جو عام اور مساوی رائے دہندگی کی بنیاد پر ہوں گے اور جو خفیہ ووٹ یا اس کے مماثل کسی دوسرے آزادانہ طریقہ رائے دہندگی کے مطابق عمل میں آئیں گے۔
دفعہ - 22	معاشرے کے رکن کی حیثیت سے ہر شخص کو معاشرتی تحفظ کا حق حاصل ہے اور یہ حق بھی وہ ملک کے نظام اور وسائل کے مطابق قومی کوشش اور بین الاقوامی تعاون سے ایسے اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی حقوق کو عملاً حاصل کرے، جو اس کی عزت اور شخصیت کی آزادانہ نشوونما کے لیے لازم ہیں۔
دفعہ - 23	(1) ہر شخص کو کام کاج، روزگار کے آزادانہ انتخاب، کام کاج کی مناسب ومعقول شرائط اور بے روزگاری کے خلاف تحفظ کا حق ہے۔ (2) ہر شخص کو کسی تفریق کے بغیر مساوی کام کے لیے مساوی معاوضے کا حق ہے۔ (3) ہر شخص جو کام کرتا ہے وہ ایسے مناسب ومعقول مشاہرے کا حق رکھتا ہے جو خود اس کے اور اس کے اہل وعیال کے لیے باعزت زندگی کا ضامن ہو اور جس میں اگر ضروری ہو تو معاشرتی تحفظ کے دوسرے ذریعوں سے اضافہ کیا جا سکے۔ (4) ہر شخص کو اپنے مفاد کے بچاؤ کے لیے تجارتی انجمنیں، (ٹریڈ یونین) قائم کرنے اور اس میں شریک ہونے کا حق حاصل ہے۔
دفعہ - 24	ہر شخص کو آرام اور فرصت کا حق ہے جس میں کام کے گھنٹوں کی حد بندی اور تنخواہ کے ساتھ مقررہ وقفوں پر تعطیلات میں شامل ہیں۔
دفعہ - 25	(1) ہر شخص کو اپنی اور اپنے اہل وعیال کی صحت اور فلاح وبہبود کے لیے مناسب معیار زندگی کا حق ہے جس میں خوراک، پوشاک، مکان اور علاج کی سہولتیں اور دوسری ضروری معاشرتی مراعات، اور بیروزگاری، بیماری، معذوری، بیوگی، بڑھاپا اور ان حالات میں روزگار سے محرومی جو اس کے قبضہء قدرت سے باہر ہوں، کے خلاف تحفظ کا حق شامل ہے۔ (2) زچہ اور بچہ خاص توجہ اور امداد کے حق دار ہیں۔ تمام بچے خواہ وہ شادی کے بغیر پیدا ہوئے ہوں یا شادی کے بعد، معاشرتی تحفظ سے یکساں طور پر مستفید ہوں گے۔
دفعہ - 26	(1) ہر شخص کو تعلیم کا حق ہے۔ تعلیم کم سے کم ابتدائی اور بنیادی درجوں میں مفت ہوگی۔ ابتدائی تعلیم لازمی ہوگی۔ فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم حاصل کرنے کا عام انتظام کیا جائے گا اور لیاقت کی بنا پر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا سب کے لیے مساوی طور پر ممکن ہوگا۔ (2) تعلیم کا مقصد انسانی شخصیت کی پوری نشوونما ہوگا اور وہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام میں اضافہ کرنے کا ذریعہ ہوگی۔ وہ تمام قوموں اور نسلی یا مذہبی گروہوں کے درمیان باہمی مفاہمت، رواداری اور دوستی کو ترقی دے گی اور امن کو برقرار رکھنے کے لیے اقوام متحدہ کی سرگرمیوں کو آگے بڑھائے گی۔ (3) والدین کو اس بات کے تصفیہ کا اولین حق ہے کہ ان کے بچوں کو کس قسم کی تعلیم دی جائے گی۔
دفعہ - 27	(1) ہر شخص کو قوم کی ثقافتی زندگی میں آزادانہ حصہ لینے، فنون لطیفہ سے مستفید ہونے اور سائنس کی ترقی اور اس کے فوائد میں شرکت کا حق حاصل ہے۔ (2) ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ اس کے ان اخلاقی اور مادی مفادات کا تحفظ کیا جائے جو اسے ایسی سائنسی، فنی یا ادبی تصنیف سے، جس کا وہ مصنف ہے، حاصل ہوتے ہیں
دفعہ - 28	ہر شخص ایسے معاشرتی اور بین الاقوامی نظام کا حقدار ہے جس میں وہ تمام آزادیاں اور حقوق حاصل ہو سکیں جو اس اعلان میں شامل ہیں۔
دفعہ - 29	(1) ہر شخص پر معاشرے کے حق ہیں کیونکہ معاشرے میں رہ کر اس کی شخصیت کی آزادانہ اور پوری نشوونما ممکن ہے۔ (2) اپنی آزادیوں اور حقوق سے فائدہ اٹھانے میں ہر شخص صرف ایسی حدود کا پابند ہوگا جو دوسروں کی آزادیوں اور حقوق کو تسلیم کرانے اور ان کا احترام کرانے کی غرض سے اور ایک جمہوری نظام میں اخلاق، امن عامہ اور عام فلاح وبہبود کے مناسب لوازمات کو پورا کرنے کے لیے قانون کی طرف سے عائد کی گئی ہوں۔ (3) یہ حقوق اور آزادیاں کسی حالت میں بھی اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف عمل میں نہیں لائی جا سکتیں۔
دفعہ - 30	اس اعلان کی کسی چیز سے کوئی ایسی بات مراد نہیں لی جا سکتی جس سے کسی ملک، گروہ یا شخص کو کسی ایسی سرگرمی میں مصروف ہونے یا کسی ایسے کام کو انجام دینے کا حق پیدا ہو جس کا منشا ان حقوق اور آزادیوں کی نفی ہو جو یہاں پیش کی گئی ہیں۔

پبلشر: ندیم فاضل: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
"ایوان جمہور" 107۔ٹیپو بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور
فون : 35864994-35838341 فیکس : 35883582
ای میل hrcp@hrcp-web.org ویب سائٹ : www.hrcp-web.org
پرنٹر: مکتبہ جدید پریس، 14ایمپرس، لاہور Registered No. LRL-15
کمپوز : جمال احمد سید رضا شاہ